ادْعُ إِلَى سَبِيْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَن

اے محمد ﷺ! لوگوں کو اپنے رب کے راستہ کی طرف دلائل اور اچھے اسلوب سے بلایئے، ورنہ اچھے انداز سے بحث ومباحثہ کیجئے۔

جائزہ پر جائزہ

بیس رکعات تراویح سنت ہے

بجواب

کیا بیس رکعات تراویح سنت ہے؟

راقم کی کتاب ''تراویح سنت کے مطابق پڑھئے'' کے رد میں
ایک سلفی عالم کی لکھی گئی کتاب کا جواب اور انکے جائزہ پر جائزہ

مولانا محمد شفیع جامعی قاسمی بھٹکلی شافعی

(ناظم ادارہ رضیۃ الابرار بھٹکل، وسابق مہتمم ونائب ناظم جامعہ اسلامیہ بھٹکل)

شائع کردہ

إدارہ رضیة الأبرار بھٹکل، کرناٹک، ھند

نام کتاب	:	جائزہ پر جائزہ
مولف	:	حضرت مولانا محمد شفیع قاسمی بھٹکلی مدظلہ العالی
کمپوزنگ	:	محمد احمد، "قاسمی کمپوٹر"
		موبائیل 9739961051
طبع اول	:	۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۱ء
تعداد	:	ایک ہزار (۱۰۰۰)
قیمت	:	
باہتمام	:	محمد احمد ابن مولانا محمد شفیع قاسمی، بھٹکل

ملنے کا پتہ:

Edara Raziyatul Abrar

Raziyatul Manazil,Salman Abad,

Bhatkal-581320,Mob-9900794451

انتساب

بنام

استاذی حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی علیہ الرحمۃ

(سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند، و بانی واولین صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاءبورڈ)

حضرت قاری صاحب عبقری شخصیت کے مالک تھے،اللہ تعالیٰ نے انکو جامع الکمالات بنایا تھا، معتدل قد، خوب صورت ونورانی چہرہ، شیریں زبان، حسین آواز، عاجزی وانکساری کے پیکر، علم کا دریا یعنی محدث، مفسر، فقیہ، حافظ، قاری، مؤرخ، شاعر، علم کلام وفلسفہ کے ماہر، شیخ طریقت، مقرر، مصنف، قائد ملت، منتظم ہرفن مولیٰ تھے۔ جن کے فیض سے ہندوستان، پاکستان، افغانستان، بنگلہ دیش، افریقہ، امریکہ، وبرطانیہ کے مسلمان مستفیض ہوتے رہے۔

و

استاذی فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی قاسمی علیہ الرحمۃ

(سابق صدر مفتی واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند، وخلیفہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ)

جن کو اللہ تعالیٰ نے فقیہانہ ومجتہدانہ صلاحیت عطا فرمائی تھی، انکا حافظہ بہت قوی تھا، بہت ذہین وحاضر جواب تھے۔ درسی وغیر درسی کتابیں مستحضر تھیں۔ تلامیذہ ومریدین کے ذریعہ انکا فیض دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچا۔ افریقہ میں انتقال ہوا، وہیں مدفون ہوئے۔

ان دونوں کی

صحبت وشرف تلمذ سے راقم اس طرح کی جوابی کتاب لکھنے کے لائق ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

حضرت مولانا محمد صادق صاحب اکرمی جامعی ندوی مدظلہ العالی

(استاذ دینیات اسلامیہ اینگلو اردو ہائی اسکول، وامام مسجد سلطانی بھٹکل،

وسابق نائب صدر ومعاون ناظم جامعہ اسلامیہ بھٹکل، کرناٹک، ہند)

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ أجمعین، أما بعد!

تراویح یا قیام رمضان ایک ایسی مہتم بالشان عبادت ہے، جس کو ایمان واحتساب سے ادا کرنے پر مغفرت ذنوب کی نبوی بشارت وارد ہے۔ تراویح کی مشروعیت اور اس کے سنت ہونے میں پوری امت متفق ہے۔ جمہور امت صحابہ وتابعین وتبع تابعین، ائمہ اربعہ ودیگر مجتہدین نہ صرف بیس رکعات کے قائل بلکہ خیر القرون سے اس دور فساد تک اس پر عمل پیرا بھی ہیں۔ ادھر ایک عرصہ سے امت کے ایک خاص طبقہ کا آٹھ رکعات تراویح پر اصرار ہے اور بیس رکعات کی سنیت کا نہ صرف منکر بلکہ اس کے بدعت ہونے کا قائل ہے۔

اس غلط فہمی کے ازالے اور بیس (۲۰) رکعات تراویح کے مسنون اور احادیث صحیحہ سے ثابت کرنے کے لئے رفیق محترم مولانا محمد شفیع صاحب قاسمی مدظلہ نے ”تراویح سنت کے مطابق پڑھئے“ (تراویح بیس رکعات سنت ہے) کتاب تالیف کی، جس کی تردید جائزہ کے نام سے ایک سلفی عالم اثری صاحب نے لکھی ہے۔ زیر نظر تالیف ”جائزہ پر جائزہ“ اسی

کا جواب ہے۔مولانا شفیع نے بڑی تحقیق اورعرق ریزی وجانفشانی سے انکے اعتراضات کا تشفی بخش جواب لکھا ہےاورروایات صحیحہ وآثارصحابہ وائمہ وفقہاء کےاقوال سے ثابت کیا ہے کہ تراویح کی بیس(۲۰)رکعات سنت ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ ایک جویائے حق کیلئے حق یابی اورتشنہ لب کیلئے سیرابی کیلئے کافی ہے۔

مولانا شفیع نے ان دونوں کتابوں کے ذریعہ دین کی ایک وقیع خدمت انجام دی ہے،جس کیلئے وہ سب اہل سنت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ رب العزت مولانا موصوف کو جزائے خیر دے اوران کی اس خدمت کوشرف قبول عطا فرمائے اوراس کا نفع عام فرمائے۔آمین۔

از:بندہ محمد صادق اکرمی ندوی عفی عنہ

۱۶؍رجب ۱۴۳۲ھ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خاتم الأنبیاء والمرسلین وعلی آلہ وأصحابہ اجمعین،امابعد!

چندماہ قبل راقم کی کتاب بنام ''**تراویح سنت کے مطابق پڑھئے**''(تراویح بیس رکعات سنت ہے)منظرعام پرآئی تھی جس میں بیس(۲۰)رکعات تراویح کے متعلق عمل رسول،عمل صحابہ،عمل تابعین،عمل علماءامت اورنمازکامکمل طریقہ ومکروہاتِ نمازودیگرمسائل تحریرکئے گئے تھے۔چونکہ اہل حدیث اورسلفی حضرات بیس(۲۰)رکعات تراویح کاانکارکرتے ہیں اوربیس(۲۰)رکعات کوگمراہی اورخلاف سنت سمجھتے ہیں اسلئے میری کتاب کی تردید میں ایک سلفی عالم ابوصفیہ عبدالوارث الاثری صاحب نے مرکزابن حجرعسقلانی بھٹکل کی طرف سے ایک کتاب شائع کی ہےجس کانام''کیابیس رکعت تراویح سنت ہے؟''بجواب تراویح سنت کے مطابق پڑھئے رکھا ہے۔اس میں حسب عادت بیس(۲۰)رکعات تراویح کےانکارکرنے کی کوشش کی گئی ہےاوربیس(۲۰)رکعات تراویح سےنفرت کی وجہ سےغصہ اوربدتمیزی کااظہارکیاگیاہے۔اورمیری کتاب کانمبروارجائزہ لیاگیاہے،اورراقم پرالزام لگایاہےکہ ہم نےجھوٹ وفریب اورتلبیس سےکام لیاہے۔محترم عبدالوارث اثری صاحب کےالزامات کےازالہ کےلئےیہ سطورلکھی جارہی ہیں بنام ''جائزہ پرجائزہ''جس میں اس بات کی کوشش کی جائےگی کہ علماءاہل سنت والجماعت

جھوٹ وفریب اور تلبیس سے کام لیتے ہیں یا اثری صاحب اور انکے ہم نوا علماء۔

اللہ کا شکر ہے کہ اثری صاحب اپنی کتاب کے آغاز میں غصہ کی حالت میں بیس (۲۰) رکعات کے انکار میں بدکلامی سے تو کام لیا ہے لیکن آخر میں جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو بیس (۲۰) رکعات کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ ص ۷۷ میں لکھتے ہیں۔

''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں تراویح (قیام اللیل) مع وتر تیئس رکعت پڑھی گئی لہذا اگر کوئی جماعت تیئس رکعت کے ساتھ قیام اللیل کرتی ہے تو یہ جائز ہے الخ'' **اللّٰھم لک الحمدولک الشکر.**

اس کتاب میں اثری صاحب کے جائزہ کو ''جائزہ'' ہی کے عنوان سے لکھا گیا ہے۔ اور ہمارے جواب کو ''جائزہ پر جائزہ'' کے عنوان سے لکھا گیا ہے۔

آخیر میں پھر ایک بار اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اسی کے فضل وکرم سے یہ کتاب پایہ تکمیل تک پہنچی، اس موقع پر محترم ومکرم مولانا محمد صادق صاحب اکرمی جامعی ندوی مدظلہ العالی کا مشکور وممنون ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کے مسودہ کا مطالعہ کیا اور بطور مقدمہ چند سطور تحریر فرمائیں اور راقم کی ہمت افزائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انکو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اسکے بعد عزیزی فرزند محمد احمد سلمہ کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ احادیث کی تخریج میں ان کا بہت بڑا تعاون رہا، اللہ تعالیٰ نے انکو اس کا اچھا ذوق عطا فرمایا ہے۔ نیز کمپوزنگ کے فرائض بھی انہوں نے انجام دئے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ صحت وعافیت کے ساتھ درازی عمر عطا فرمائے، اور دنیا وآخرت کی جملہ ترقیات سے نوازے۔ نیز مولوی صابر باشاہ خطیب

جامعی ندوی سلمہ وعزیزی فرزند محمد اسجد سلمہ کا بھی ذکر ضروری سمجھتا ہوں کہ سرورق کی ترتیب وتزئین میں انکا تعاون رہا۔اللہ تعالیٰ انکوبھی جزائے خیر عطافرمائے اوردنیاوآخرت کی جملہ کامیابیوں سےنوازے۔

اس کے علاوہ جن حضرات نے اس کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں ہمت افزائی کی،ان سب کا شکرگزارہوں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو،لکھنے والے اور پڑھنے والوں کے لئے مفید بنائے،اورحق کوسمجھنے اورحق پرعمل کرنے کی توفیق عطافرمائے اورخاتمہ ایمان بالخیرفرمائے۔آمین

آخیر میں اہل علم حضرات سے گزارش ہے کہ کتاب کے سلسلہ میں کوئی قابل اصلاح مشورہ ہوتو ضرور مطلع فرمائیں،تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔

محمد شفیع جامعی قاسمی بھٹکلی شافعی

ناظم ادارہ رضیۃ الابرار بھٹکل

یکم؍رجب المرجب ۱۴۳۱ھ،مطابق ۱۴؍جون ۲۰۱۰ء

اثری صاحب کے مقدمہ کا جائزہ

۱) اثری صاحب مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

﴿حال ہی میں ایک کتاب بعنوان ''تراویح سنت کے مطابق پڑھئے'' تالیف مولانا محمد شفیع قاسمی بھٹکلی شائع ہوئی ہے۔ کتاب کا موضوع اس کے نام سے ہی ظاہر ہے، مگر اس میں تراویح کے مسائل کے علاوہ نماز وغیرہ کے بھی مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ زیرنظر تحریر میں ہمیں جو کہنا ہے وہ یہ ہے کہ کتاب کے عنوان کے ذریعہ لوگوں کو تراویح سنت کے مطابق پڑھنے کی دعوت دی گئی ہے، مگر کتاب میں جو کچھ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تراویح سنت کے مطابق نہیں بلکہ بعض مذاہب کے مطابق پڑھنے کی دعوت دی گئی ہے، یا پھر مؤلف نے سنت سے مرادسنتِ رسول ﷺ نہیں بلکہ بعض سنتِ ائمہ اربعہ یا سنتِ بعض سلف مراد لی ہے۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۱﴾

اَللّٰھُمَّ اَرِنَاالْحَقَّ حَقاًوَّارْزُقْنَااتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَاالْبَاطِلَ بَاطِلاًوَّارْزُقْنَااجْتِنَابَہٗ

اے اللہ حق کو واضح فرما اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرما اور باطل کو بھی واضح فرما اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔

اثری صاحب کی اس عبارت سے ائمہ اور فقہاء سے بغض معلوم ہوتا ہے کہ عمل رسول اور عمل صحابہ کو بعض مذاہب کہہ کر مذاق اڑایا ہے۔ ہماری کتاب کے ص ۱۴ سے ۴۶ تک عمل رسول ﷺ، عمل صحابہ اور عمل تابعین مع حوالہ کتب احادیث مذکور ہے۔ اثری صاحب نے تنگ نظری اور بیس (۲۰) رکعات تراویح سے نفرت کی آنکھ سے جب دیکھا تو عمل رسول ﷺ، عمل صحابہ ان کو ائمہ کا مذہب نظر آیا۔ اور ص ۴۷ سے ۵۷ تک اہل سنت والجماعت کے

چند مشہور علماء وفقہاء کی عبارت نقل کی گئی ہے تاکہ عام مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ سواد اعظم (مسلمانوں کی اکثریت) بیس (۲۰) رکعات تراویح ہی پر عمل پیراء ہے۔ اور انشاء اللہ قیامت تک عمل پیراء رہے گی۔ اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے کہ عمل رسول اور عمل صحابہ کو سنت کہا جاتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهديين** (میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو) اور **ماأناعلیه و أصحابی** (میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر رہو) سے معلوم ہوا کہ عمل صحابہ بھی سنت ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے عمل واقوال کے سمجھنے میں اختلاف ہو تو تابعین اور تبع تابعین اور انکے بعد کے اکثر علماء جس قول وعمل کی تائید کرتے ہوں اسی پر عمل کیا جائے گا۔ اسلئے کہ اکثر کتب حدیث تابعین اور تبع تابعین کے بعد کی تدوین کردہ ہیں۔ لہذا بیس (۲۰) رکعات تراویح پر عمل تابعین اور عمل تبع تابعین متفق علیہ ہے۔ اسلئے کتب حدیث کے مقابلہ میں عمل تابعین اور عمل تبع تابعین قابل ترجیح ہوگا اور یہی سنت رسول اور سنت صحابہ بھی ہوگی۔ اہل حدیث اور سلفی حضرات اسکو نہ مانیں تو ہم اسکے پابند نہیں ہیں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ **خیر الناس قرنی، ثم الذین یلونهم، ثم الذین یلونهم** (سب سے اچھے لوگ میرے زمانہ کے (یعنی صحابہ) پھر انکے بعد والے (یعنی تابعین)، پھر انکے بعد والے (یعنی تبع تابعین)

۲) محترم اثری صاحب اپنے مقدمہ ہی میں لکھتے ہیں۔

﴿بہر کیف مؤلف کی جو بھی مراد ہے اس کتاب کے ذریعہ تراویح کے بارے میں لوگوں کو گمراہ کرنے کی حرام کوشش کی گئی ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ پر تراویح کے متعلق جو تہمت لگائی گئی ہے اس کے ازالہ اور بعض دوسری افتراپردازیوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے ذیل کی سطور رقم کی جارہی ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس تحریر کو مفید سے

مفید تر بنائے اور دشمنانِ رسول ﷺ کو خائب و خاسر کرے۔ آمین ﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۲﴾

اس عبارت میں لفظ ''حرام'' قابل غور ہے۔ جمہور علماء اہل سنت والجماعت، نہ کسی صحیح حدیث کو ضعیف کرنے کی کوشش کی ہے اور نہ کسی ضعیف حدیث کو صحیح کرنے کی کوشش کی ہے۔ البتہ حدیث کو ضعیف کرنا اور ضعیف کو صحیح کرنا اور چلتے پھرتے حدیث کو ضعیف کہتے رہنا یہ سلفی لوگوں کا کام ہے۔ ہم انشاءاللہ حسب موقع اسکو واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔

رہا گمراہ کرنے کا الزام جو اثری صاحب نے ہمارے اوپر لگایا ہے وہ ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' کے مصداق ہے۔ آپ کی بات تسلیم کر لی جائے تو بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھنے والے صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، تمام علماء اہل سنت والجماعت مثلاً امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد ابن حنبلؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام داود ظاہریؒ، امام عبداللہ ابن مبارکؒ، امام ترمذیؒ وغیرھم کو گمراہ ماننا پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اثری صاحب اور دشمنان رسول، دشمنان صحابہ وتابعین و تبع تابعین اور دشمنان علماء حق کو صحیح راستہ دکھائے اور انکے دلوں سے صحابہ وفقہاء امت کا بغض دور فرمائے۔ آمین

۳) اثری صاحب مزید لکھتے ہیں۔

﴿ یہ رسالہ مختصر مقدمہ کے علاوہ چند فصول اور خاتمہ پر مشتمل ہے جیسا کہ آگے آپ پائیں گے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ تعصب سے کنارہ کش ہوکر اور طالبِ حق بن کر اس رسالہ کا مطالعہ فرمائیں، تاکہ حق و باطل واضح ہوکر سامنے آئے اور وہ صحیح علم سے مستفید ہوسکیں اور قاسمی صاحب کی گمراہیوں اور غلط بیانیوں سے بچ سکیں۔ ﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۳﴾

اثری صاحب کی یہ کتاب کم علمی، غلط حقائق پر مبنی ''اپنا منہ میاں مٹھو'' کے مصداق ہے۔جس میں اپنے مسلک کو حق، اوراہل سنت والجماعت کے مسلک کو باطل ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس کا جواب ہم نے جائزہ پر جائزہ کے عنوان سے دیا ہے۔اوراہل سنت الجماعت کے مسلک کو قرآن، وعمل رسول ﷺ وعمل صحابہ سے ثابت کیا ہے۔تا کہ حق وباطل واضح ہوجائے، اوراثری صاحب اور انکے ہم نواؤں کے غلط بیانیوں اورگمراہ کن پروپیگنڈہ سے عام مسلمان محفوظ رہ سکیں۔ اوراثری صاحب سے گزارش ہے کہ تعصب سے ہٹ کرحق کی عینک لگا کراس کتاب کا مطالعہ کریں تا کہ سچائی، ان پرواضح ہوجائے۔ وما توفیقی إلا باللہ، علیہ توکلت وإلیہ أنیب.

پہلی دلیل

﴿۲۸ حدیث﴾ إنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلَّی بِالنَّاسِ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً لَیْلَتَیْن، فَلَمَّا کَانَ فِی اللَّیْلَةِ الثَّالِثَةِاِجْتَمَعَ النَّاسُ، فَلَمْ یَخْرُجْ إلَیْهِمْ، ثُمَّ قَالَ مِنَ الْغَدِ خَشِیْتُ أنْ تُفْرَضَ عَلَیْکُمْ فَلَا تُطِیْقُونَهَا. ﴿''فتح العزیز'' للإمام الرافعی، باب صلاۃ التراویح، وقا ل العلامة ابن حجرالعسقلانی متفق علی صحته، ''تلخیص الحبیر''﴾

وفی روایة: إنَّهُ ﷺ خَرَجَ لَیْلَةً مِنْ لَیَالِ رَمَضَانَ وَصَلی عِشْرِیْنَ رَکْعَةً، فَلَمَّا کَانَتِ اللَّیْلَةُ الثَّانِیَةُ اجْتَمَعَ النَّاسُ فَخَرَجَ وَصَلی بِهِمْ عِشْرِیْنَ رَکْعَة، فَلَمَّا کَانَتِ اللَّیْلَةُ الثَّا لِثَةُ کَثُرَا لنَّاسُ فَلَمْ یَخْرُجْ عَلَیْهِ ا لسَّلام وَقَا لَ: عَرَفْتُ اجْتِمَاعَکُمْ لکِنِّی خَشِیْتُ أنْ تُکْتَبَ عَلَیْکُمْ . فَکَانَ

النَّاسُ يُصَلُّونَهَا فُرَادَىٰ إِلَى زَمَنِ عُمَرَ رضي الله عنه. ﴿اشرف الهداية، ۲/۲۳۱﴾

ترجمہ: روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک کی ایک رات لوگوں کو بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھائی، دوسری رات بھی لوگ جب جمع ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھائی۔ اور جب تیسری رات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد مسجد میں جمع ہوئی تو آپ ﷺ تشریف نہیں لائے پھر صبح میں ارشاد فرمایا: مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں یہ نماز (تراویح) تم پر فرض کر دی جائے اور تم کر نہ سکو۔ پھر اسکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے تک لوگ علیحدہ علیحدہ تراویح پڑھتے رہے۔

(علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے صحیح ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔)

اثری صاحب ص۱۰ پر لکھتے ہیں۔ جائزہ

۱) ﴿یہ حدیث اس سیاق یا ان الفاظ کے ساتھ بے سند ہے اور اس کے باطل ہونے کے لئے یہی کافی ہے۔ اگر قاسمی صاحب کو یہ حدیث کہیں سند کے ساتھ مل جائے تو وہ ہمیں آگاہ کر کے شکریہ کے مستحق بن سکتے ہیں۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۴﴾

۱) محترم اثری صاحب! محدثین میں علامہ رافعیؒ فتح العزیز میں، علامہ بابرتیؒ العنایۃ میں، علامہ شمس الدین کرمانیؒ شرح البخاری میں، اور علامہ ابن الملقنؒ البدر المنیر اور خلاصۃ البدر المنیر میں، اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے تلخیص الحبیر میں اس حدیث کو بلا سند نقل کیا ہے۔

اگر قاسمی صاحب نے بلا سند اس حدیث کو نقل کیا تو کیا قصور ہوا؟ ہمیں بے سند

حدیثوں کوسند لگانے اورسند والی حدیثوں کوضعیف کرنے کافن نہیں آتا۔اثری صاحب نے اس حدیث کو باطل قرار دیا ہے جبکہ اس حدیث کوعلامہ رافعیؒ، علامہ برباتیؒ، علامہ کرمانیؒ، علامہ ابن الملقنؒ اورعلامہ ابن حجر عسقلانیؒ جیسے محدثین، حدیث کہہ کرنقل کررہے ہیں اوراس کی تخریج کرتے ہوئے **متفق علی صحتہ من حدیث عائشة دون عدد الرکعات الخ** لکھ کراس حدیث کی تائید کررہے ہیں۔اگر یہ حدیث باطل ہوتی تو یہ محدثین **ھذا الحدیث** کہہ کرنقل نہ کرتے۔اگراثری صاحب کہ اندرہمت ہوتوان پانچوں محدثین کو **من کذب علی متعمداً فلیتبو أمقعدہ من النار** کےتحت حدیث گڑھنے والے کہہ کرجہنمی ہونے کا فتویٰ صادر کریں۔ہمیں ان محدثین پراعتماد ہے کہ جھوٹی حدیث بیان نہیں کریں گے،اسلئے ہم نے اسکوقبول کیا ہے۔

۲) اثری صاحب ص۱۰ پرمزید لکھتے ہیں۔

﴿قاسمی صاحب نے اس بے سند حدیث کی صحت کا لوگوں کو یقین دلانے کے لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا جوقول نقل کیا ہے اس میں انہوں نے اپنے دجل وفریب کا پول کھول دیا ہے، کیونکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کونقل کرنے کے بعد صرف اتنا نہیں کہا ہے جتنا موصوف نے نقل کیا ہے بلکہ حافظ صاحب کی پوری عبارت یہ ہے: ''**متفق علی صحتہ من حدیث عائشة بدون عدد الرکعات**'' الخ﴾

جائزہ پرجائزہ ﴿۵﴾

۲) اثری صاحب کو ہماری کتاب کے ص۵۲۔۵۳ کی عبارت شاید پڑھنے کی فرصت نہیں ملی ہوگی۔ جہاں علامہ کی پوری عبارت نقل کی گئی ہے۔جبکہ خود اثری صاحب نے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی پوری عبارت نقل کرنے کی زحمت گوارانہیں فرمائی بلکہ ادھی عبارت پرہی رک

گئے ہیں۔تا کہ پوری عبارت نقل فرماتے تو انکے دجل وفریب کا پول کھلتا۔

۲) اثری صاحب ص ۱۱ پر لکھا ہے۔

﴿اب قاسمی صاحب بتائیں کہ اس حدیث کی صحت پر محدثین کا اتفاق قاسمی صاحب کا اپنا خانہ ساز ہے یا حقائق کی دنیا سے اس کا تعلق ہے؟ اگر حقائق کی دنیا سے اس کا تعلق ہے تو اس حدیث کی صحت پر جن محدثین کا اتفاق ہے ان کے اسماء نقل کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۶﴾

۲) قاسمی صاحب کا خانہ ساز نہیں ہے۔علامہ ابن الملقنؒ اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ **هذا الحديث متفق على صحته من رواية عائشة بدون تعيين عددالركعات** الخ لکھ کر بیس (۲۰) رکعات تراویح کی تائید میں مفصل اور مدلل بحث کی ہے۔اس حدیث کے متن کے صحیح ہونے پر پوری امت متفق ہے،سوائے روافض اور سلفیوں کے۔

۳) اثری صاحب ص ۱۲ پر لکھا ہے۔

﴿قاسمی صاحب نے حدیث نمبر ۲۸ کے تحت جو دوسری مفصل روایت ذکر کی ہے، اس کی بھی سند اگر کہیں مل جائے تو کتاب کے اگلے ایڈیشن میں نقل کر دیں، تا کہ آنے والی نسلیں اس سے فیضاب ہوتی رہیں۔افسوس ہے موصوف نے اس دوسری روایت کی کوئی تحقیق پیش نہیں کی ہے۔البتہ محققین کے لئے نیا طریقہ یہ ایجاد کیا ہے کہ پہلی روایت کو ذکر کر کے اس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے قول کو آخر سے کتر کے ذکر کر دیا ہے، پھر دوسری روایت ذکر کر کے دونوں روایتوں کا مرکب ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، پھر آخر میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے مذکورہ قول کا فصیح و بلیغ ترجمہ اس طرح ذکر کیا ہے کہ قارئین یہ جانیں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ قول پہلی اور دوسری دونوں روایتوں کے متعلق

ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حافظ رحمہ اللہ کا یہ قول صرف پہلی روایت کے متعلق ہے۔ واللہ اعلم۔ ﴿

۴) اثری صاحب ص۱۲ پر المصابیح للسیوطی کے حولہ سے لکھا ہے۔

﴿اذری (احمد بن حمدان بن احمد اذری) نے ''التوسط'' میں کہا ہے:

''وأما من نقل عنه ﷺ أنه صلى فی اللیلتین اللتین خرج فیها عشرین رکعة فهو منکر'' (جس نے نبی کریم ﷺ سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ نے ان دونوں راتوں میں جن میں آپ باہر نکلے تھے بیس رکعت پڑھی تھی تو یہ منکر ہے) اور زرکشی نے ''الخادم'' میں کہا ہے: ''دعوی أن النبی ﷺ صلی بهم فی تلک اللیلة عشرین رکعة لم یصح بل الثابت فی الصحیح الصلاة من غیر ذکر العدد'' (یہ دعویٰ کہ نبی ﷺ نے اس رات لوگوں کو بیس رکعت نماز پڑھائی تھی صحیح نہیں ہے بلکہ ''صحیح'' میں تعداد کے ذکر کے بغیر نماز کا ثبوت ہے) اور سبکی نے ''شرح المنهاج'' میں کہا ہے: ''إعلم أنه لم ینقل کم صلی رسول الله ﷺ تلک اللیالی هل هو عشرون أو أقل'' (جان لو کہ یہ منقول نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان راتوں میں کتنی نماز پڑھی تھی آیا بیس (رکعت) یا کم)

جائزہ پر جائزہ ﴿۷﴾

۳،۴) اثری صاحب نے ان حدیثوں کے بارے میں جو لکھا ہے، اس سلسلہ میں عرض ہے کہ علامہ رافعیؒ، علامہ کرمانیؒ، علامہ ابن الملقنؒ، اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس حدیث کے مختصر الفاظ نقل کئے تھے۔ اس کے مفصل الفاظ علامہ برباتیؒ نے نقل کئے ہیں۔ اسلئے ہم نے احتیاطاً الگ الگ نقل کیا۔ اگر اثری صاحب ان دونوں حدیثوں کو الگ الگ سمجھتے ہوں تو ہمیں خوشی ہے، جب ہمارے نزدیک دونوں روایتیں ایک ہی ہیں تو الگ الگ ترجمہ اور تحقیق لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ الحمد للہ ہمیں خوشی ہے کہ اثری صاحب نے حافظ

ابن حجر کا صحیح ہونے کا قول پہلی روایت کے متعلق تسلیم کیا ہے۔اثری صاحب نے ہمارے ترجمہ کا فصیح وبلیغ کہہ کر مذاق اڑایا ہے،ہمیں اثری صاحب کا فصیح وبلیغ ترجمہ(یعنی یہ حدیث بروایت عائشہ متفق علیہ ہے مگراس میں رکعات کی تعدادنہیں ہے)قبول ہے۔اگراثری صاحب علامہ ابن الملقنؒ اورعلامہ ابن حجرؒکی مکمل عبارت نقل کرتے تو بیس(۲۰)رکعات کے قائل ہوتے۔

اثری صاحب علامہ سیوطیؒ کی **المصابیح** سے جوکچھ لکھا ہےاس کا اکثر جواب اوپر گزر چکا ہے۔اذرعیؒ وغیرہ کا منکر کہنا علامہ کرمانیؒ،علامہ ابن الملقنؒ اورعلامہ ابن حجرعسقلانیؒ کے مقابلہ میں کوئی وزن نہیں رکھتا۔اورعلامہ سبکیؒ کا مذہب بھی بیس(۲۰)رکعات ہی کا ہے۔علامہ سیوطیؒ نے علامہ سبکیؒ کے حوالہ سے اسی مصابیح کے آخر میں لکھا ہے۔**فی وقت اختاروا تطویل القیام علی عددالرکعات فجعلوها احدی عشرة وفی وقت اختاروا عددالرکعات فجعلوهاعشرین وقداستقرالعمل علی هذا** .*انتهی کلام السبکی.*

علامہ سیوطیؒ کے فتویٰ کا جواب ہماری کتاب کے ص۵۴-۵۵ پر گزر چکا ہے۔اثری صاحب اس کو پڑھ لیتے تو دفعہ نمبر۴ تحریر کرکے اپنا وقت اورروشنائی ضائع نہیں کرتے۔

۵)   اثری صاحب نے ص۱۳ پر لکھا ہے۔

﴿ قاسمی صاحب نے ”**عشرین رکعة**“ کا ترجمہ بیس رکعت تراویح کیا ہے، ”**عشرین رکعة** “ کا ترجمہ بیس رکعت تو ٹھیک ہے مگر”تراویح“ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ کہیں اس لفظ(تراویح) کا اضافہ اس لئے تو نہیں کردیا کہ لوگ بیس رکعت سے تہجد نہ سمجھ لیں،پھراسے بیس رکعات تراویح کی دلیل بنانا مشکل ہوجائے۔مؤلف کے نزدیک تراویح اورتہجدالگ الگ نماز ہےاوردونوں رات کی نفل نمازیں ہیں،اس لئے موصوف کو’**عشرین**

رکعۃ'' کے ترجمہ میں دھاندلی سے کام نہیں لینا چاہئے، بلکہ جہاں ''تراویح'' کا لفظ آئے وہیں ''تراویح'' ترجمہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بیس رکعت سے مراد بیس رکعت تہجد ہو، لہذا احتمال کی صورت میں استدلال درست نہ ہوگا۔ وماعلینا إلا البلاغ.

جائزہ پر جائزہ ۸

۵) اثری صاحب! یہاں بیس رکعات تراویح ہی صحیح ترجمہ ہے۔ اسلئے کہ رمضان المبارک میں عشاء کی نماز کے بعد جو نماز پڑھی جاتی ہے، وہ نماز اہل سنت والجماعت کے نزدیک تراویح ہی ہے۔ روافض اور سلفی حضرات اس کا انکار کرتے ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ اثری صاحب نے یہاں بیس رکعات کو تسلیم کرلیا ہے۔ پہلے کہتے تھے کہ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھی، پھر تیرہ کو تسلیم کیا، اب بیس رکعات تہجد کو تسلیم کیا۔ اللہ توفیق دے تو انشاء اللہ بیس رکعات تراویح بھی تسلیم کریں گے۔ یہاں تراویح مراد نہ لینا دھاندلی ہے۔

دوسری دلیل

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما

﴿۲۹ حدیث﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰه عَنْهُمَا: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّى فِي رَمَضَانَ، عِشْرِيْنَ رَكْعَة وَالْوِتْرَ. رواه ابن أبي شيبة وإسناده ضعيف.

﴿فتح الباری، باب فضل من قام رمضان﴾

﴿۳۰ حدیث﴾ وفي رواية: فِي غَيرِ جَمَاعَة بِعِشْرِيْنَ رَكْعَة وَالْوِتْرَ.

﴿سنن بیهقی، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان﴾

ترجمہ: حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں بیس (۲۰) رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

(اس حدیث کی سند کو محدثین نے ضعیف لکھا ہے مگر اس کے مفہوم پر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے مسلسل عمل سے اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے اور یہ روایت قابل حجت اور قابل عمل ہو جاتی ہے۔)

اثری صاحب نے ص۱۴ پر لکھا ہے۔ جائزہ

۱) ﴿اس حدیث کی سند سخت ضعیف ہے اور متن باطل ہے کیونکہ اس میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان عبسی کوفی واقع ہے جو متروک ہے، الخ﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۹﴾

۱) اثری صاحب نے لکھا ہے کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے اور متن باطل ہے، ایسا لگتا ہے کہ اثری صاحب نے دنیا کو فتح کرلیا، حالانکہ اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں، البتہ صرف ایک راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان پر بعض محدثین نے کلام کیا ہے، لیکن بہت سے محدثین نے انکی روایت کو نقل کر کے سکوت اختیار کیا ہے۔ لہذا اس کی سند کو سخت ضعیف کہنا غلط ہے۔ اثری صاحب! آپ کا حدیث کی کتابوں کا مطالعہ بہت ہی کمزور ہے۔ جو من میں آتا ہے، لکھ دیتے ہیں۔ آپ کو سلفی علماء کی کتابوں کا بھی مطالعہ نہیں ہے۔ شیخ ناصرالدین البانی نے حسب ضرورت ابوشیبہ ابراہیم بن عثمانؒ کی حدیث کو صحیح بھی لکھا ہے۔
اور متن کے متعلق اثری صاحب کا باطل کہنا جھوٹ و باطل ہے۔ اہل حدیث اور سلفی حضرات کے نزدیک باطل ہوسکتا ہے مگر جمہور علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک بالاتفاق صحیح اور مقبول ہے۔ صحابہ سے لے کر آج تک تمام فقہاء وعلماء اہل سنت والجماعت بیس (۲۰) رکعات تراویح کے قائل اور عمل پیراء ہیں۔ اللہ تعالیٰ اثری صاحب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

رہا اس کے متن کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گیارہ رکعات کے قول کے خلاف

ہونا، ہم اپنی کتاب ص ۵۸ میں جواب دے چکے ہیں۔ پھر بھی اثری صاحب کی یاد دہانی کے لئے عرض ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے تہجد کہ باب میں گیارہ سے زیادہ اور کم کی روایات بھی منقول ہیں۔ یاد نہ ہو تو ہماری کتاب کے ص ۱٦ سے ص ۲۲ تک پڑھ لیجئے اور گیارہ رکعات سے زیادہ اور کم پڑھنے کی عادت ڈالئے تاکہ سنت رسول ﷺ پر عمل ہو سکے۔

۲) اثری صاحب نے ص ۱۵ پر لکھا ہے۔

﴿ قاسمی صاحب نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما یعنی حدیث نمبر ۲۹ نقل کرنے کے بعد **فتح الباری** سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول ''**إسناده ضعيف** ''(اس کی اسناد ضعیف ہے) نقل کیا ہے۔ یہاں بھی موصوف نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی پوری عبارت نقل نہیں کی ہے، ورنہ اس حدیث کے ضعف کی مزید حقیقت واضح ہوتی۔ حافظ صاحب کی پوری عبارت یہ ہے الخ ﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۱۰﴾

۲) اثری صاحب! ہمیں یہاں صرف سند کی نوعیت کو واضح کرنا تھا، ورنہ اس حدیث کے متن کے سلسلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی **تلخیص الحبیر** کی عبارت ہمارے سامنے تھی، جس میں بیس (۲۰) رکعات کا دفاع کیا گیا ہے۔ اسلئے ہم نے کسی عبارت کو نقل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس کی تفصیل ہماری کتاب کے (ص ۵۲، ۵۳) میں موجود ہے۔

۳) اثری صاحب ص ۱٦ پر لکھتے ہیں۔

﴿ قاسمی صاحب کی ذکر کردہ حدیث نمبر ۳۰ کوئی دوسری حدیث نہیں ہے، بلکہ اسی زیر بحث حدیثِ ابن عباس کی ایک روایت ہے، جیسا کہ خود قاسمی صاحب نے اشارہ کیا ہے۔ البتہ اس میں ''**في غير جماعة** '' کی زیادتی ہے جو پہلی روایت میں موجود نہیں ہے، اس روایت کا مدار بھی اسی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان پر ہے، اسی وجہ سے امام بیہقی رحمہ

اللہ نے اس کو روایت کرنے کے بعد کہا ہے: ''**تفرد به أبو شيبة إبراهيم بن عثمان العبسي الكوفي وهو ضعيف** '' (اس میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان عبسی کوفی منفرد ہے اور یہ ضعیف ہے)۔ معلوم نہیں قاسمی صاحب نے بیہقی سے اس حدیث کو نقل کرنے کے باوجود یہ تضعیف کیوں نہیں نقل کی؟ آیا حافظ ابن حجرؒ کے قول کو کافی سمجھا، یا اس بات سے ڈر گئے کہ اس حدیث کی تضعیف کئی محدثین سے نقل کرنا کہیں کتاب کی تالیف کے مقصد ہی کو فوت نہ کر دے، واللہ اعلم۔ ﴿﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۱۱﴾

۳) اثری صاحب کا یہ لکھنا کہ دونوں حدیثیں ایک ہی ہیں بالکل صحیح ہے، لیکن سلفی علماء کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے اسکو الگ الگ نمبر ڈالا گیا ہے۔ اسلئے کہ بھٹکل سلفی مرکز مکتبہ ابن حجر عسقلانی میں تقریر کرتے ہوئے ایک سلفی عالم نے علماء اہل سنت والجماعت پر یہ الزام لگایا تھا کہ حدیث عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ''**في غير جماعة**'' کا لفظ حذف کرتے ہیں۔ اثری صاحب آگے لکھتے ہیں کہ بیہقی کی حدیث نقل کر کے انکی تضعیف کو کیوں نہیں نقل کی؟ اثری صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ اہل حق کا شیوہ ڈرنا نہیں ہے۔ آپ کو ہماری کتاب مکمل پڑھنے کی فرصت نہیں ملی ہوگی یا حق کے واضح ہونے کے ڈر سے عمداً نہیں پڑھی ہوگی۔ ص ۵۳ اور ۵۴ کا مطالعہ کیجئے۔ لکھا ہے: **قال البيهقي تفرد به أبو شيبة إبراهيم بن عثمان وهو ضعيف** الخ اور ص ۵۴ میں اسکا ترجمہ بھی لکھا گیا ہے کہ ''امام بیہقیؒ نے اس حدیث کے راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کو متفرد اور ضعیف کہا ہے۔''

یہ آپ کی الزام تراشی ہے۔ توبہ کر لیجئے۔

۴) اثری صاحب ص ۷۱ پر لکھتے ہیں۔

﴿یہاں موصوف نے بڑے اختصار سے کام لیتے ہوئے حقیقت کشائی کی ہے، لیکن پوری نہیں، کیونکہ محدثین نے صرف سندکوضعیف نہیں کہاہے، بلکہ متن کوبھی ردکیاہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے جس کو میں نے اوپرنقل کیاہے، اب ذیل میں اس حدیث کے بارے میں ان محدثین کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں جن کی طرف قاسمی صاحب نے اشارہ کیا ہے﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۱۲﴾

۴) اثری صاحب کا دعویٰ کہ محدثین نے اسکے متن کوبھی رد کیاہے، سراسر جھوٹ اور باطل ہےاور علماء امت پر بہتان ہے۔ علماء اہل سنت والجماعت سب بیس (۲۰) رکعات کے قائل اور بیس رکعات ہی پرعمل پیراء ہیں۔ ہم نے اپنی کتاب کے ص ۴۷ سے ۵۷ تک چندمشہور علماء وفقہاء کی عبارتوں کوتحریر کیاہے۔ پھرایک بار مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ علماء امت کا اتفاق آٹھ رکعات پرہے یا بیس (۲۰) رکعات پر۔ آپ نے جن علماء کا ذکرکیاہے، سلفی علماء کوچھوڑ کر باقی تمام علماء اہل سنت والجماعت بیس (۲۰) رکعات تراویح پرعمل پیراء ہیں اور اسکا دفاع کیاہے۔ ہم یہاں آپ کی نقل کردہ عبارت کامختصراً جائزہ لیتے ہوئے واضح کریں گے کہ ان سب علماء نے بیس (۲۰) رکعات کے متن کورد نہیں کیا ہے، بلکہ قبول کیاہے۔

(۱) اثری صاحب نے امام بیہقیؒ کی پوری عبارت نقل نہ کرکے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ امام بیہقیؒ نے آخر میں لکھاہے ویمکن الجمع بین الروایتین فانهم کانوا یقومون بإحدی عشرة ثم کانوا یقومون بعشرین ویو ترون بثلاث، واللہ أعلم. یعنی دونوں طرح کی روایتوں کی تطبیق اس طرح دی جائے گی کہ پہلے گیارہ

رکعات پڑھتے تھے پھر بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھنے لگے۔

(۲) اثری صاحب کا یہ لکھنا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی ؒ نے سند کے ساتھ متن کو بھی رد کیا ہے۔صحیح نہیں ہے۔اثری صاحب! مطالعہ وسیع کیجئے۔علامہ ابن حجر عسقلانی ؒ کی ''تلخیص الحبیر'' (۲/ ۵۴) کی عبارت ہم کتاب میں لکھ چکے ہیں۔پھر ایک بار پڑھئے،تو معلوم ہوگا کہ ابن حجرؒ نے بیس رکعات کو ثابت کیا ہے۔

وأماالعدد فروی ابن حبان فی صحیحه من حديث جابر أنه صَلَّى بِهِمُ ثَمَانَ رَكَعَات ثُمَّ أوتَرَ. فهذا مباين لما ذكر المصنف نعم: ذكر العشرين ورد فی حدیث آخر رواه البيهقی من حديث ابن عباس أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فِي غَيْرِ جَمَاعَةٍ عِشْرِيْنَ رَكْعَة وَالْوِتْرَ: زاد سليم الرازی فی كتاب الترغيب له وَيُوتِرِ بِثَلَاث قال البيهقی تفرد به أبو شيبة إبراهيم بن عثمان وهو ضعيف وفی الموطأ وابن أبی شيبة والبيهقی عن عُمَرَ أَنَّهُ جَمَعَ النَّاس عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْب فَكَانَ يُصَلِّي بِهِم فِي شَهْرِ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَة، الحديث.

ترجمہ: رہا رکعات کے متعلق جو حدیث ابن حبانؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ رکعات اور وتر پڑھائی۔یہ حدیث امام رافعیؒ کی نقل کردہ (بیس رکعات والی) حدیث کے خلاف ہے مگر بیس (۲۰) رکعات کا ذکر دوسری حدیث میں بھی آیا ہے جس کو امام بیہقی ؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان المبارک کے مہینہ میں انفرادی بھی بیس (۲۰) رکعات اور وتر پڑھتے تھے۔اور شیخ سلیم رازیؒ اپنی کتاب ترغیب میں تین (۳) رکعات وتر نقل کیا ہے۔امام بیہقی ؒ نے اس حدیث کے راوی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کو متفرد اور ضعیف کہا ہے لیکن بیس

(۲۰) رکعات کی تائید میں مؤطا، وابن ابی شیبہ اور بیہقی میں روایات موجود ہیں جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو تراویح پڑھانے کے لئے جب مامور کیا تو وہ بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

(۳) علامہ زیلعیؒ نے ''نصب الرایة'' میں جہاں اس کی سند کو ضعیف لکھا ہے اسکے بعد حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہما کی بیس (۲۰) رکعات والی حدیث کو بھی صحیح تسلیم کیا ہے۔

(۴) علامہ ابن ہمامؒ نے اس حدیث کو ضعیف لکھ کر بیس (۲۰) رکعات تراویح کو عمل صحابہ سے ثابت کیا ہے۔ **وکونها عشرين سنة خلفاء الراشدين وقوله صلی اللہ علیہ وسلم ﴿عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين.﴾** (فتح القدیر لکمال بن الھمام ۲/۴۴۸)

(۵) علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ نے بھی دیگر محدثین کی طرح صرف سند کو ضعیف لکھا ہے۔ راوی کے ضعف کا اشارہ کر کے متن کو قبول کیا ہے۔ ''الاستذکار'' (۵۴/۲) میں تحریر فرماتے ہیں۔

وأن الصحيح ثلاث وعشرون وإحدى وعشرون ركعة. والله أعلم.... وهوقول جمهور العلماء وبه قال الكوفيون والشافعي وأكثر الفقهاء وهو الصحيح عن أبى بن كعب من غير خلاف من الصحابة.

ترجمہ: (خلاصہ کلام) صحیح بات یہ ہے کہ تراویح مع وتر اکیس (۲۱) یا تئیس (۲۳) رکعات ہے، واللہ اعلم۔ اور یہی تمام علماء کا قول ہے یعنی احناف، شوافع اور اکثر فقہاء کا قول ہے اور یہی بیس (۲۰) رکعات کا عمل حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔

(۶) علامہ ہیثمیؒ کی نقل کردہ عبارت میں بھی صرف راوی کو ضعیف کہا گیا ہے۔ **اثری صاحب** کا متن کے باطل ہونے کا دعویٰ ***اثری صاحب*** کا اپنا خانہ ساز ہے یا حقائق کی دنیا سے اسکا

تعلق ہے؟

(۷) علامہ بوصیریؒ نے ''إتحاف الخيرة المهرة ''(۲/۱۱۷) میں جہاں اس کی سند پر کلام کیا ہے، اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی آٹھ رکعات والی حدیث کی سند پر بھی کلام فرمایا ہے۔ پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی بیس (۲۰) رکعات والی حدیث کو نقل فرما کر آخر میں امام بیہقیؒ کا قول نقل فرمایا ہے۔ **قال البيهقي: ويمكن الجمع بين الروايتين فانهم كانوا يقومون بإحدى عشرة ثم كانوا يقومون بعشرين ويو ترون بثلاث**. جس سے معلوم ہوا کہ علامہ بوصیریؒ بیس (۲۰) رکعات تراویح کے منکر نہیں ہیں۔

(۸) علامہ ابن الملقنؒ کی عبارت نقل کر کے اور سکتوا عنه کا ترجمہ ''محدثین نے اسے ترک کر دیا ہے'' لکھ کر اثری صاحب جو تاثر دینے کی کوشش کی ہے۔ اس سے انکی عربی دانی پر شک ہوتا ہے۔ علامہ ابن الملقنؒ نے اس عبارت میں اس حدیث کی سند کے متعلق یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کے متعلق امام بخاریؒ کا قول ہے کہ: ''سکتوا عنه'' یعنی محدثین نے انکے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے۔ اسکے بعد تفصیلی بحث کرتے ہوئے بیس (۲۰) رکعات کے متن کو ثابت کیا ہے۔

(۹) علامہ عینیؒ بھی بیس (۲۰) رکعات تراویح ہی کے قائل ہیں۔ اور بیس (۲۰) رکعات کے متن کو رد نہیں کیا ہے، بلکہ **عمدة القاری، باب فضل من قام رمضان** میں بیس رکعات تراویح کو ثابت کرنے کے لئے مفصل بحث کی ہے۔

(۱۰) علامہ ابن حجر ہیتمی مکیؒ نے بھی بیس (۲۰) رکعات کے متن کو قبول کیا ہے۔ اور بیس (۲۰) رکعات پر صحابہ کا اجماع بھی تسلیم کیا ہے۔ ''المنهاج القويم'' (۱/۲۸۱) میں تحریر فرماتے ہیں۔ **وتعيين كونها عشرين جاء في حديث ضعيف لكن أجمع عليه الصحابة رضوان اللہ تعالیٰ عليهم أجمعين** الخ.

ترجمہ: بیس (۲۰) رکعات تراویح کا تعین حدیث ضعیف اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اجماع سے ثابت ہے۔

(۱۱) علامہ سیوطیؒ کے فتویٰ کے متعلق ہم نے اپنے کتاب کے ص ۵۴، ۵۵ میں اسکا جواب دیا ہے۔علامہ سیوطیؒ نے اپنے فتویٰ کے آخر میں بیس (۲۰) رکعات کے اجماع کے متعلق علامہ سبکیؒ کا قول نقل کیا ہے۔**فی وقت اختاروا تطویل القیام علی عددالرکعات فجعلوھااحدی عشرۃ وفی وقت اختاروا عدد الرکعات فجعلوھاعشرین وقداستقرالعمل علی ھذا**۔*انتھی کلام السبکی*۔

(۱۲) اثری صاحب نے شیخ عبیداللہ مبارکپوری کی ''**مرعاۃ المفاتیح**'' کی عبارت نقل کی ہے۔محترم عبیداللہ مبارکپوری خالص سلفی ہیں۔انہوں نے اپنی کتاب میں جس انداز سے بیس رکعات کے خلاف قلم اٹھایا ہے کہ ضعیف کو صحیح اور صحیح کو ضعیف کرنے کی جو کوشش کی ہے۔مثلاً حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی آٹھ رکعات کی حدیث کو زبردستی صحیح یا حسن کرنے کی کوشش کی ہے، جبکہ کبار محدثین نے اس کی سند کو ضعیف لکھا ہے۔اسلئے موصوف کی تحقیق قابل اعتبار نہیں ہے۔

(۱۳) اثری صاحب نے شیخ محمد صالح بن عثیمینؒ کا حوالہ دیا ہے۔وہ سلفی عالم ہیں۔اگر وہ آٹھ رکعات کے قائل ہوں تو تعجب نہیں، مگر انکی کتاب ''**٤٨ سؤالافی الصیام**' (س/ج ۲) کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیس (۲۰) رکعات کے منکر نہیں ہیں۔لکھتے ہیں۔

لیس لقیام رمضان عدد معین علی سبیل الوجوب، فلوأن الإنسان قام اللیل کله فلاحرج، ولوقام بعشرین رکعة أوخمسین رکعة فلاحرج، ولکن العدد الأفضل ما کان النبی ﷺ، یفعله وھو إحدی عشرة(۱۱)رکعة أو ثلاث عشرة رکعة فإن أم المؤمنین عائشة

سئلت: كيف كان النبي يصلي في رمضان؟ فقالت: لايزيد في رمضان ولافي غيره على إحدى عشرة ركعة ، ولكن يجب أن تكون هذه الركعات على الوجه المشروع، وينبغي أن يطيل فيها القراءة والركوع والسجود والقيام بعد الركوع والجلوس بين السجتين، خلاف ما يفعله الناس اليوم، يصليها بسرعة تمنع المامومين أن يفعلوا ما ينبغي أن يفعلوه، والإمامة ولاية، والوالي يجب عليه أن يفعل ماهو أنفع وأصلح. وكون الامام لا يهتم إلا أن يخرج مبكراً هذا خطأ، بل الذي ينبغي أن يفعل ما كان النبي ﷺ يفعله، من إطالة القيام والركوع والسجود والقعود حسب الوارد، ونكثر من الدعاء والقراءة والتسبيح وغير ذلك.

ترجمہ: تراویح کی رکعات متعین نہیں ہے۔اگرکوئی پوری رات نماز پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے،اوراگرکوئی بیس یا پچاس رکعات پڑھے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔لیکن جو رکعات رسول اللہ ﷺ نے پڑھی وہ گیارہ یا تیرہ ہیں،اسلئے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی رمضان کی نماز کیسی ہوتی تھی ؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے،لیکن یہ (گیارہ یا تیرہ) رکعتیں سنت کے مطابق پڑھنا ضروری ہے۔یعنی قرأت ،رکوع ،سجدہ ، اوررکوع کے بعد اعتدال،اوردوسجدوں کے بعد کا جلسہ سب طویل ہوں۔برخلاف اس تراویح کے جو آج کل پڑھی جاتی ہے ،یعنی جلدی جلدی پڑھی جاتی ہے۔امام حاکم کی طرح ہے۔اس کوایسا کام کرنا چاہئے جولوگوں کے حق میں مفید ہو۔اورامام کا جلدی چلے جانا صحیح نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی طرح طویل قیام،طویل رکوع،طویل سجدہ،طویل قعدہ سنت کے مطابق کرے۔اوردعا،قرأت اورتسبیحات کی زیادتی کرے۔

(۱۴) اثری صاحب کا دعویٰ کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے بھی متن کو رد کیا ہے، صحیح نہیں ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ بیس (۲۰) رکعات کے قائل اور عمل پیراء تھے۔ اثری صاحب کی نقل کردہ عبارت میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے بھی صرف سند کو ضعیف کہا ہے، متن کو رد نہیں کیا ہے، بلکہ عمل صحابہ کی بناء پر قبول کیا ہے۔ اثری صاحب کو علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی دوسری کتابوں کا مطالعہ شاید نہیں ہے۔ ''فیض الباری شرح بخاری ''(۳۳۶/۴) میں تحریر فرماتے ہیں۔

وأما عدد ركعات التراويح، فقد جاء عن عمر على أنحاءٍ، واستقرَّ الأمر على العشرين مع ثلاث الوتر...................ومَن ادَّى العمل بالحديث، فأولى له أن يُصَلِّيها حتى يخشى فوت الفلاح، فإن هذه صلاة النبي ﷺ في اليوم الآخر. وأما من اكتفى بالركعات الثمانية، وشذَّ عن السواد الأعظم، وجعل يَرْمِيهم بالبدعة، فَلْيَرَ عاقبته، والله تعالىٰ أعلم. یعنی تراویح کی رکعات کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مختلف طرق سے آیا ہے کہ بیس (۲۰) رکعات تراویح اور تین (۳) رکعات وتر پر اجماع ہوا۔........... اور جو حدیث ہی پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتا ہے، اسکو چاہیئے کہ پوری رات تراویح پڑھے۔ اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوری رات بھی تراویح پڑھی ہے۔ اور جو کوئی آٹھ (۸) رکعات پر اصرار کرتا ہے اور جمہور کے طریقہ کو چھوڑتا ہے اور بیس (۲۰) رکعات کو بدعت کہتا ہے، وہ اپنا انجام سوچ لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۵) اثری صاحب نے شیخ ناصر الدین البانیؒ کی عبارت نقل کی ہے کہ ﴿علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی مشہور کتاب ''سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة'' (۵۶۰) میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے: ''موضوع'' یعنی من گھڑت ہے۔﴾

اثری صاحب نے جتنے علماء کی عبارت نقل کی ہے۔کسی نے اس حدیث کوموضوع نہیں لکھا ہے، بلکہ جمہور محدثین نے اسکی سند کوضعیف لکھ کر متصلاً دوسری روایات اور صحابہ کے عمل کونقل کر کے اس حدیث کی تائید کی ہے اور بیس رکعات کوثابت کیا ہے۔جسکی تفصیل مختلف جگہ پر لکھی گئی ہے۔ یہ صرف ناصرالدین البانی ہی کا کمال ہے کہ اس حدیث کوموضوع (یعنی من گھڑت) قراردیا۔ناصرالدین البانی صاحب کا کام ہی یہی ہے کہ محدثین کی خدمات پر پانی پھریں اوراپنے مسلک کے مطابق حدیثوں کوصحیح کہیں اوراپنے مسلک کے خلاف حدیثوں کوکسی نہ کسی طرح ضعیف اورموضوع قراردیں۔ یہاں بھی انہوں نے اسی طرح کیاہے۔ابوشیبہ ابراہیم بن عثمانؒ کی حدیث کو تراویح کے باب میں موضوع کہاہے،اوردوسری جگہ اسی طرق کوصحیح لکھا ہے۔**عن ابراهيم بن عثمان عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس أن النبيﷺ.........تحقيق الألباني صحيح.(صحيح ابن ماجة للألباني ١٤٩٥)** لہذا ناصرالدین البانی صاحب کی تحقیق موضوع ومن گھڑت ہے۔البانی صاحب کی کتاب **سلسلة الاحاديث الضعيفةو الموضوعة** ناقابل اعتبار کتاب ہے۔اللہ تعالیٰ انکی لغزشات کومعاف فرمائے اورانکی مغفرت فرمائے۔

(١٦) علامہ گوندلوی کون صاحب ہیں،ہمیں معلوم نہیں ہے، ہمارے نزدیک وہ مجہول ہیں۔ان کا منکر و باطل لکھنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔اسلئے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں،صرف ایک راوی پربعض محدثین نے جرح کی ہے،اوراکثر محدثین نے انکی حدیث کونقل کرکے سکوت اختیارفرمایاہے۔شیخ البانی نے بھی بعض جگہ انکی روایات کوصحیح قراردیاہے۔جیسا کہ اوپرگزرچکا ہے۔

اثری صاحب! الحمدللہ بیس (٢٠) رکعات تراویح پرانشراح کلی ہے کہ عمل رسول، عمل صحابہ،

تابعین اور تبع تابعین سے تواتراً ثابت ہے۔علاوہ ازیں آپ جس مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔وہ اپنے آپ کو غیر مقلد کہتے ہیں اور صرف حدیث صحیح پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اب یہاں علماء کے اقوال نقل کرنے کا کیا جواز؟ آپ حدیث کی صحت اور ضعف بھی حدیث صحیح ہی سے ثابت کریں۔ورنہ آپ بھی ہماری طرح مقلد ہو جائیں گے۔

اثری صاحب اس حدیث کے ضعیف ہونے پر جتنا بھی زور لگائیں،ایک بات انکو سمجھنی چاہیئے اور ماننی بھی چاہیئے کہ اہل سنت والجماعت صرف اسی حدیث کی بناپر بیس (۲۰)رکعات تراویح کے قائل نہیں ہیں بلکہ کتب حدیث کی تدوین سے پہلے ہی سے عمل رسول،عمل صحابہ کی بناپر بیس (۲۰)رکعات تراویح پر عمل پیراء ہیں۔صحابہ،تابعین وتبع تابعین دین کے کسی مسئلہ میں بخاری،مسلم وغیرہ کے پابند نہیں ہیں۔غیر مقلدین (سلفی حضرات) صحابہ کے عمل کو چھوڑ کر،اپنے مزعومہ عمل کو الفاظ حدیث سے مطابقت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اسلئے خود بھی دھوکہ میں ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکہ میں ڈال رہے ہیں۔اور علماء اہل سنت والجماعت اکثر صحابہ کے عمل کی موجودگی میں صرف ایک راوی کے نقل کردہ الفاظ حدیث پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ تمام حدیثوں میں حتی الامکان تطبیق دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

جائزہ(۵) اثری صاحب نے ص۲۴،نمبر۵ کے تحت لکھاہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے گیارہ(۱۱)اور تیرہ(۱۳)رکعات بھی منقول ہے۔لہذا بیس رکعات کی روایت باطل اور من گھڑت ہے۔

جائزہ پر جائزہ ﴿۱۳﴾

۵) اثری صاحب کی نقل کردہ دونوں روایتوں سے گیارہ(۱۱) وتیرہ (۱۳) رکعات تراویح کا دعویٰ باطل ومن گھڑت ثابت ہوتا ہے۔اسلئے کہ ان دونوں روایتوں میں رمضان

کا ذکر نہیں ہے۔اور ہماری نقل کردہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بیس (۲۰) رکعات کی روایت میں رمضان کا ذکر ہے۔

اثری صاحب! آپ کی نقل کردہ ایک حدیث میں گیارہ رکعات اور دوسری حدیث میں تیرہ رکعات مذکور ہے۔آپ ہی بتائیں کہ کون سی صحیح اور کون سی جھوٹی؟ اگر آپ کا یہی معیار صحیح ہے تو بتائیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک روایت میں رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ (۱۱) رکعات سے زیادہ پڑھنے کا انکار کرتی ہیں،اور چار، چار اور تین کی ترتیب بیان کرتی ہیں۔اور دوسری صحیح حدیث میں آٹھ رکعات (۸) پھر پانچ (۵) رکعات ایک سلام کے ساتھ، جملہ تیرہ رکعات پڑھنے کا ذکر کرتی ہیں۔اور دوسری صحیح حدیث میں دس رکعات اور ایک رکعات ،جملہ گیارہ رکعات پڑھنے کا ذکر کرتی ہیں۔ اور ایک صحیح حدیث میں نو(۹) رکعات وتر ایک سلام کے ساتھ پھر دو رکعات جملہ گیارہ رکعات پڑھنے کا ذکر کرتی ہیں۔اب بتائیں کہ کونسی روایت صحیح اور کونسی جھوٹی؟ غیر رمضان میں تہجد کے سلسلہ کی بہت سی صحیح حدیثیں ہم نے اپنی کتاب میں نقل کی ہیں۔اثری صاحب کا تہجد کی سلسلہ کی احادیث (جس میں رمضان کا ذکر بھی نہیں ہے) سے تراویح پر استدلال کرنا،اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی بیس رکعات کی حدیث کو باطل اور من گھڑت کہنا،اثری صاحب کی من گھڑت کہانی اور کم علمی ہے۔حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔اسلئے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی بیس رکعات کی حدیث میں رمضان کا ذکر ہے، اور تیرہ (۱۳) رکعات کی حدیث میں رمضان کا ذکر نہیں ہے،لہذا بیس رکعات کا معمول رمضان کا تھا، اور تیرہ(۱۳) رکعات وغیرہ کا معمول غیر رمضان کا تھا۔اس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔اہل سنت والجماعت کا یہی مسلک ہے۔

۶) اثری صاحب ص ۲۵ پر لکھتے ہیں۔

﴿ قاسمی صاحب نے (ص۳۳) پر لکھا ہے: (اس حدیث کی سند کو محدثین نے ضعیف لکھا ہے مگر اس کے مفہوم پر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے مسلسل عمل سے اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے اور یہ روایت قابل حجت اور قابل عمل ہو جاتی ہے۔)

قارئینِ کرام قاسمی صاحب کے اس کلامِ نامدار پر غور فرمائیں کہ انھوں نے عذاب الٰہی سے بے خوف ہو کر اور امانت و دیانت کا خون کر کے کس طرح عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ قاسمی صاحب نے جب دیکھا کہ اس حدیث کو صحیح کہنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی ہے تو ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے فارمولے پر عمل کرتے ہوئے کہہ دیا کہ اس کے مفہوم پر صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کے مسلسل عمل سے اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے، اور یہ روایت قابل حجت اور قابل عمل ہو جاتی ہے۔ گویا قاسمی صاحب کے نزدیک سلف صالح نے اس حدیث پر مسلسل عمل کیا ہے، جس سے جھوٹی حدیث سچی حدیث بن گئی ہے اور جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں تھا وہ اب ثابت ہو گیا ہے۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو یہ کہا ہے کہ آپ ﷺ رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے وہ اس میں قاسمی صاحب کے نزدیک جھوٹی قرار پا چکی ہیں۔ بلکہ خود ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی اپنی صحیح حدیث کہ نبی ﷺ رات کو تیرہ رکعت پڑھتے تھے میں جھوٹے قرار پا گئے ہیں۔ اور اب گیارہ یا تیرہ رکعت تراویح اکیس یا تئیس رکعت میں تبدیل ہو چکی ہے، لہٰذا اب گیارہ یا تیرہ رکعت تراویح پڑھنا اسلام اور سنت پر عمل کرنا نہیں ہے، بلکہ اکیس یا تئیس رکعت تراویح پڑھنا اسلام و ایمان اور اتباع سنت ہے۔ **نعذ باللہ من الخذلان.**

قاسمی صاحب بخاری و مسلم کی اس حدیث کو یاد رکھیں جو انھوں نے اپنی کتاب کے (ص۱۱) پر ذکر کی ہے: ''**قال رسول اللہ ﷺ: من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار**'' (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مجھ پر قصداً جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے) ﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۱۴﴾

۶) اثری صاحب کی اس تحریر کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اثری صاحب پھر ایک بار غصہ کے موڑ میں آ گئے۔ پہلے انداز تمسخر، اب دھمکی کا موڑ غالب ہو گیا ہے۔ حسب عادت جہنم کی دھمکی دے ڈالی۔ اثری صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ خود اللہ سے ڈریں۔ حدیث صحیح کو ضعیف کہنا چھوڑ دیں اور حدیث ضعیف کو زبردستی صحیح کرنے کی کوشش نہ کریں۔ صحابہ، تابعین اور ائمہ مجتہدین کا مذاق کرنا بند کر دیں اور انکو دشمنان رسول، تاریک سنت سمجھنا اور کہنا بند کریں۔ اثری صاحب نے یہاں پر منطقی انداز سے بحث کی ہے کہ سلف صالحین کے مسلسل عمل سے جھوٹی حدیث سچی بن گئی ہے؟ اس کا منطقی جواب یہ ہے کہ سلف صالحین کے عمل سے یہ حدیث صحیح ثابت ہوتی ہے۔ اس کے راوی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمانؒ کی پیدائش سے پہلے ہی سے سلف صالحین (صحابہ، و تابعین) کا بیس (۲۰) رکعات تراویح پر عمل جاری تھا، اسی لئے اکثر محدثین نے ابراہیم بن عثمانؒ پر تو کلام کیا ہے، مگر سوائے غیر مقلدین کے بیس رکعات کے سنت ہونے پر کسی نے کلام نہیں کیا۔ حضرت عائشہؓ کا یہ فرمانا کہ گیارہ رکعات سے زیادہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی نہیں پڑھا، امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطابؓ، امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان بن عفانؓ، امیر المومنین حضرت سیدنا علیؓ، و دیگر صحابہ کے عمل کے خلاف ہے، اسلئے حضرت عائشہؓ کے قول کی تاویل کی جائے گی، اور اس کو قیام رمضان (تراویح) پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ ورنہ حضرت عائشہؓ کے قول اور صحابہ کے عمل میں تعارض پیدا ہو جائے گا۔ بیس رکعات تراویح باجماعت پڑھنے کا معمول حضرت عائشہؓ کی زندگی ہی میں جاری تھا۔

یہ حدیث آپ کے نزدیک جھوٹی ہو سکتی ہے، علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک جھوٹی نہیں ہے، اس حدیث کی تائید میں صحابہ و تابعین کا عمل ہے، اس لئے اس حدیث

کوضعیف کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ پھر ایک بار حدیث کا علم دار العلوم دیو بند یا مدارس اہل سنت والجماعت میں حاصل کیجئے۔ ہم نے اس سے پہلے بھی لکھا ہے کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک بیس رکعات کا عمل اس حدیث ہی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ صحابہ اور تابعین کے مسلسل عمل کی وجہ سے ہے۔ صحابہ کا عمل کبھی بھی رسول اللہ ﷺ کے عمل کے خلاف نہیں ہوسکتا اور ہمیں یقین ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیس (۲۰) رکعات کا عمل رسول اللہ ﷺ کے عین عمل کے مطابق ہی ہے۔ رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا جھوٹا ہونا، اس کے جواب میں ہمیں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اثری صاحب اور انکی جماعت عملاً اس حدیث کو جھوٹی سمجھتے ہیں۔ اور اس پر مکمل عمل نہیں کرتے ہیں۔ اسلئے کہ اس حدیث میں چار (۴)، چار (۴)، اور تین (۳) رکعات پڑھنے کا ذکر ہے، اور رسول اللہ ﷺ کا سوکر اٹھنے کے بعد نماز پڑھنے کا ذکر ہے، سلفی حضرات دو دو رکعات کر کے آٹھ رکعات پڑھتے ہیں، اور عشاء کے بعد نماز پڑھکر سو جاتے ہیں۔ اور اس حدیث میں جماعت کا کہیں ذکر نہیں ہے، اور سلفی حضرات باجماعت تراویح پڑھتے ہیں۔ اثری صاحب اب بتائیں کہ اس حدیث کو جھوٹی کون سمجھتا ہے؟ آپ اس حدیث پر مکمل عمل کیوں نہیں کرتے؟ الحمدللہ ہم اس حدیث کو جھوٹی نہیں سمجھتے، بلکہ اس کی تاویل وتوجیہ کرتے ہیں، اور تراویح پر محمول نہیں کرتے ہیں، اور کبھی کبھی تہجد اور وتر اس ترتیب سے پڑھتے بھی ہیں۔

اثری صاحب کا یہاں یہ لکھنا ''بلکہ خود ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی اپنی صحیح حدیث کہ نبی ﷺ رات کو تیرہ رکعت پڑھتے تھے میں جھوٹے قرار پا گئے ہیں'' فریب پر مبنی ہے۔ اسلئے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حدیث صحیح وحدیث ضعیف کی اصطلاح ہی نہیں تھی۔ صحیح وضعیف کی اصطلاح محدثین کی ایجاد کردہ ہے۔ صحابہ کے زمانہ میں سب حدیثیں صحیح تھیں۔ پھر ایک صحیح اور ایک جھوٹی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اثری صاحب کی اس لمبی تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد ابن حنبلؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام داود ظاہریؒ، امام عبداللہ ابن مبارکؒ، امام ترمذیؒ، امام بیہقی ؒ، علامہ ابن عبد البر مالکیؒ، امام غزالیؒ، علامہ کاسانیؒ، علامہ ابن رشد قرطبی مالکیؒ، علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ، علامہ رافعیؒ، علامہ ابواسحاق شیرازیؒ، علامہ نوویؒ، علامہ سبکیؒ، علامہ ابن تیمیہؒ، علامہ ابن الملقنؒ، علامہ عینیؒ، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ، علامہ زکریا انصاریؒ، علامہ رملیؒ، علامہ خطیب شربینیؒ، علامہ ابن حجر ہیتمی مکیؒ ودیگر ہزاروں علماء وفقہاء نے آٹھ (۸) رکعات کی حدیث کونہیں سمجھا اورسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ہٹ کر بدعت اور گمراہی کا راستہ اختیار فرمایا اور جھوٹی حدیثوں پر عمل کیا۔ العیاذ باللہ۔

ہمیں یقین کامل ہے کہ اتنے صحابہ، تابعین، فقہاء اور محدثین کبھی بھی خلاف سنت عمل پر جمع نہیں ہوسکتے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ إن الله لا يجمع أمتی أو قال أمة محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی ضلالة. (سنن ترمذی ۲۱۶۷)

۷) اثری صاحب ص ۲۶ پر لکھتے ہیں۔

﴿ قاسمی صاحب نے ''عشرين ركعة'' کا ترجمہ ''بیس (۲۰) رکعات تراویح'' سے کیا ہے، حالانکہ متن میں ''تراویح'' کا لفظ نہیں ہے، اور نہ ہی قاسمی صاحب کے نزدیک رمضان کی راتوں میں پڑھی جانے والی نماز صرف ''تراویح'' ہے بلکہ ''تراویح'' اور تہجد دو نمازوں ہیں، اسلئے موصوف کو چاہئے کہ وہ پہلے متن میں ''تراویح'' کا لفظ یا اس کا ہم معنیٰ لفظ ثابت کریں پھر ''بیس (۲۰) رکعات تراویح'' ترجمہ کریں کیونکہ موصوف کے نزدیک ''تراویح'' کی نماز تہجد کے علاوہ ہے۔ ﴾

۷)　یہاں پربھی عشـرین رکعۃ کا ترجمہ ''بیس رکعات تراویح'' ہی ہے، اسلئے کہ بیس رکعات تراویح ہی پڑھی گئی، اور محدثین نے اس حدیث کو تراویح کے باب میں ہی نقل فرمایا ہے۔

تیسری دلیل

﴿حدیث أبی بن کعب رضی اللہ عنہ﴾

﴿۳۳حدیث﴾ وَرَوَىٰ اِبْـنُ مُـنِيْع بِسَنَدِهٖ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الخطَّابِ رضی اللہ عنہ أَمَـرَهُ أَنْ يُّصَـلِّـىَ بِـاللَّيْلِ فِى رَمَضَانَ ، فَقَالَ : إِنَّ النَّاسَ يَـصُومُونَ النَّهَارَ وَلَايُـحْسِـنُـونَ أَنْ يَّقْرَأُوا، فَلَوْ قَرأتَ عَلَيهِم بِاللَّيْلِ ، فَقَالَ : يَاأَمِيْرَالْمُؤمِنِين ! هَـذَا شَـىْءٌ لَـمْ يَـكُـنْ، فَـقَـالَ: قَـدْعَلِمْتُ وَلٰكِنَّهُ حَسَنٌ، فَصَلّٰى بِهِم عِشْرِيْنَ رَكْعَةً.

﴿إعلاء السنن للشیخ ظفرأحمدالعثمانی،باب التراويح ،وأوجزا لمسالک للشيخ محمدزكرياالكاندهلوى،باب ما جاء فی قيام شهر رمضان﴾

ترجمہ:　حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے رمضان المبارک میں رات کو تراویح پڑھانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ لوگ دن میں روزہ تو رکھ لیتے ہیں مگر قرآن (یاد نہ ہونے کی وجہ سے) تراویح نہیں پڑھ سکتے، اس لئے تم ان لوگوں کو رات میں تراویح پڑھاؤ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا امیر المؤمنین! یہ ایسی چیز کا حکم ہے جس پر ابھی تک عمل نہیں ہے (یعنی با جماعت تراویح) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں جانتا ہوں لیکن یہی بہتر ہے، تو انہوں (حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ)

نے بیس(۲۰)رکعات تراویح پڑھائی۔

اثری صاحب ص ۲۸ میں لکھتے ہیں۔جائزہ

۱) ﴿اس اثر کی سند ضعیف ہے جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''صلاۃ التراویح'' (ص ۷۹) میں کہا ہے۔کیونکہ اس میں ابوجعفر رازی واقع ہے۔ اور خرابی حفظ کے سبب ضعیف ہے،حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''تقریب التھذیب'' (۸۰۱۹) میں کہا ہے: اس کا نام عیسی بن ابی عیسی عبداللہ ابن ماھان ہے اور یہ اصلاً ''مرو'' کا ہے ''ری'' میں تجارت کرتا تھا،صدوق سیئ الحفظ ہے،خصوصاً مغیرہ سے روایت کرنے میں۔اس کے بارے میں محدثین کے تفصیلی اقوال ''تہذیب التھذیب لابن حجر'' (۱۲/۴۹) میں ملاحظہ فرمائیں۔﴾

جائزہ پر جائزہ﴿۱۵﴾

۱) اثری صاحب نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث کو شیخ ناصر الدین البانیؒ کی تقلید کرتے ہوئے ضعیف لکھا ہے جبکہ ''الأحادیث المختارۃ '' (جس کا ذکر اثری صاحب نے حاشیہ میں کیا ہے) میں ''إسنادہ حسن '' لکھا ہے،اثری صاحب کو یہ پسند نہیں آیا، بلکہ البانی صاحب کا ضعیف کہنا پسند آیا۔ اوراس کے راوی ابوجعفر رازیؒ کو ضعیف لکھا ہے۔ مگر ابوجعفر رازیؒ (تبع تابعی) جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔علامہ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں۔قال یحیی بن معین: کان ثقة، صالح. وقال أحمد: صالح الحدیث،وقال ابن المدینی: کان عندناثقة، وقال ابن عمار الموصلی: ثقة، وقال: أبوحاتم: ثقة، صدوق صالح الحدیث،وقال زکریاء الساجی: صدوق لیس بمتقن، وقال ابن خراش: صدوق سیئی الحفظ، وقال ابن سعد: کان ثقة، وقال عمر بن علی: فیه ضعف وهو من أهل الصدق سیئی

الحفظ، وقال النسائی: لیس بالقوی، وقال ابن عدی: له أحادیث صالحة، وقال العجلی: لیس بالقوی. وقال الحاکم: ثقة، وقال ابن عبد البر: هوعندهم ثقة عالم بتفسیر القرآن. (تهذیب التهذیب ۱۲/ ۵۰)
وقال الذهبی فی المغنی فی الضعفاء(۲/ ۵۰۰):صدوق.
وقال الذهبی فی میزان الأعتدال(۳/ ۳۱۹) :صالح الحدیث.
نیزلسان المیزان (۹/ ۴۶۴) علامہ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں۔قال ابن معین ثقة.
اثری صاحب تھذیب التھذیب نے کا حوالہ دیا ہے،مگر تھذیب التھذیب کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوجعفر رازیؒ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔
اسلئے امام حاکمؒ، امام ابوعبداللہ محمد بن علی بلخیؒ، امام ابوبکر حازمیؒ، امام بیہقیؒ، علامہ قرطبیؒ، علامہ نوویؒ، علامہ ذہبیؒ، علامہ ابن الملقنؒ، علامہ نورالدین ہیثمیؒ، علامہ مغلطائیؒ وغیرہم نے انکی احادیث کو قبول کر کے صحیح کہا ہے۔ جمہور محدثین کے نزدیک اس کی سند ضعیف نہیں ہے، بلکہ صحیح ہے۔ جمہور علماء اہل سنت والجماعت کے مقابلہ میں البانی صاحب کی تحقیق ہمارے لئے قابل حجت نہیں ہے۔ نیز البانی صاحب نے بھی عن أبی جعفر الرازی عن الربیع بن أنس عن أبی العالیة عن أبی بن کعب کے اسی طرق کو صحیح ترمذی میں نقل کر کے حسن کہا ہے۔(صحیح الترمذی للألبانی ۲۶۸۰)اوراسی طرق کو امام حاکمؒ نے مستدرک ۳۰۹۱ اور ۳۹۸۷ میں نقل کر کے صحیح کہا ہے اور علامہ ذہبیؒ نے بھی تلخیص میں صحیح کہا ہے۔ ابوجعفر رازیؒ کی روایت کو امام ترمذیؒ نے حسن صحیح کہا ہے اوراس کی تخریج کرتے ہوئے البانی صاحب نے صحیح کہا ہے۔(صحیح و ضعیف سنن ترمذی ۳۰۲۶) ابوجعفر رازیؒ کی روایت سنن نسائی ۱۷۸۵ میں بھی موجود ہے،اسکی تخریج کرتے البانی صاحب نے صحیح کہا ہے۔ان کی روایت کو صحیح ابن ماجه

۲۸۳۲ میں نقل کر کے البانی صاحب نے صحیح کہا ہے۔ان سے امام بخاریؒ نے الادب المفرد (۱۲۳۲) میں روایت کیا ہے، اور البانی صاحب نے صحیح الادب المفرد میں نقل کیا ہے۔ابوجعفر رازیؒ کی روایت صحیح ابن خزیمة ۱۴۷۹ میں بھی موجود ہے، اس کی تخریج کرتے ہوئے ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے إسناده صحيح کہا ہے۔امام ابن حزم ظاہریؒ نے بھی المحلی (۳۲۹/۷) میں ابوجعفر رازیؒ کی روایت نقل کر کے فرماتے ہیں۔أبو جعفر الرازی ثقة.ہم اس سے پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ کسی ایک عالم کے کہنے سے حدیث صحیح یا ضعیف نہیں ہوتی ، بلکہ اعتبار جمہور محدثین کا ہے۔ لہذا اثری صاحب کا اس حدیث کو ضعیف لکھنا قطعاً صحیح نہیں بلکہ باطل ہے۔اثری صاحب کو البانی صاحب کا صحیح لکھنا نظر نہ آیا، صرف ضعیف لکھنا ہی نظر آیا۔اثری صاحب کی اللہ ہی حفاظت فرمائے۔

۲) اثری صاحب ص ۲۹ پر لکھتے ہیں۔

﴿اس ضعیف الاسناد اثر کا متن صحیح اثر کے مخالف ہونے کی وجہ سے منکر ہے، کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ نے ''موطأ'' (۲۵۱) میں عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید کی صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِيماً الدَّارِيَّ أَنْ يَقُومَا لِلنَّاسِ بِإِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، قَالَ: وَقَدْ كَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ بِالْمِئِينَ، حَتَّى كُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَى الْعِصِيِّ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ ، وَمَا كُنَّا نَنْصَرِفُ إِلَّا فِي فُرُوعِ الْفَجْرِ. (عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت قیام اللیل پڑھائیں، انھوں نے کہا: اور قاری (امام) سوسو آیتوں والی سورتیں پڑھتا تھا یہاں تک کہ ہم طویل قیام کی وجہ سے لاٹھیوں پر ٹیک لگاتے تھے اور ہم فجر طلوع ہونے کے وقت واپس ہوتے تھے۔﴾

﴿جائزہ پر جائزہ﴾ ﴿۱۶﴾

۲) اثری صاحب نے پہلے اس حدیث کی سند کو زبردستی ضعیف کرنے کی کوشش کی، اب اس کے متن کو منکر لکھا ہے۔ سند کے متعلق تو ہم سطور بالا میں حقیقت کشائی کر چکے ہیں۔ اب متن کے متعلق عرض ہے کہ اس حدیث کا متن بھی کسی صحیح حدیث کے مخالف نہیں ہے۔ اثری صاحب گیارہ رکعات کی جس حدیث کو صحیح کہہ رہے ہیں، وہ حدیث دوسری صحیح حدیثوں **فجمهم علی أبی بن کعب** (موطا، وصحیح بخاری) "یعنی ایک امام حضرت ابی بن کعب پر جمع فرمایا" اور **کانوا یقومون علی عهد عمر فی شهر رمضان بعشرین رکعة** (**مسند ابن الجعد**) کے خلاف ہے۔ اوراس حدیث کے راوی محمد بن یوسفؒ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ (صحابی) سے گیارہ، تیرہ، اور اکیس رکعتیں نقل کررہے ہیں۔ محمد بن یوسفؒ کے علاوہ دوسرے راوی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات اور تین رکعات نقل کررہے ہیں۔ جسکی تفصیل ہماری کتاب "تراویح سنت کے مطابق پڑھئے" ص ۱۴۱ پر مذکور ہے۔ لہذا اثری صاحب کا گیارہ رکعات ہی کی روایت کو صحیح کہنا درست نہیں ہے۔ گیارہ رکعات کی روایت، محمد بن یوسفؒ کے علاوہ کسی نے بھی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے نقل نہیں کیا ہے۔ اور **حدیث أُبَیّ بن کعب** رضی اللہ عنہ دوسری بیس رکعات کی روایات کے موافق ہے، اسلئے یہ روایت قابل حجت ہوگی۔

۳) اثری صاحب ص ۲۹ پر لکھتے ہیں۔

﴿ یہ انتہائی بعید اور غیر معقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی زندگی میں اور آپ کی وفات کے بعد گیارہ رکعت تراویح (قیام اللیل) پڑھتے رہے ہوں، پھر یکا یک عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیں اور سارے صحابہ سنت کی مخالف پر آمادہ ہو جائیں۔

قارئین ذرا تصور کریں! کہ اگر وہ صحابہ کی جگہ ہوتے اور معلوم ہوتا کہ نبی ﷺ کی سنت گیارہ رکعت تراویح ہے، تو کیا وہ یونہی یکلخت گیارہ رکعت سنت کو چھوڑ کر بیس (۲۰) رکعت کو اپنا لیتے؟ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں سنت کی محبت ہم جیسے ضعیف الایمان لوگوں سے بھی کم تھی؟ ہرگز نہیں۔ ﴿

جائزہ پر جائزہ ﴿۱۷﴾

۳) اثری صاحب کا یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے گیارہ ہی رکعات تراویح پڑھی اور یکا یک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بیس (۲۰) رکعات پڑھنے کا حکم دیا۔ یہ غیر مقلدیوں کی من گھڑت کہانی ہے۔ حقائق کی دنیا سے اسکا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسلئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر آج تک بیس (۲۰) رکعات تراویح ہی باجماعت پڑھی جارہی ہیں، رمضان المبارک کی عظمت اور عبادت کے شوق میں لوگوں نے بیس رکعات سے زیادہ نفل پڑھی ہیں، لیکن آٹھ رکعات تراویح باجماعت کبھی کبھی اہل سنت والجماعت کی مساجد میں نہیں پڑھی گئیں۔ الحمدللہ صحابہ کے زمانہ سے لیکر آج تک حرمین شریفین میں بھی بیس رکعات تراویح باجماعت پڑھی جاتی ہے، اور انشاء اللہ قیامت تک پڑھی جائیں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے جن راتوں میں تراویح باجماعت پڑھائی، کسی صحیح حدیث میں رکعات کا ذکر موجود نہیں۔ جن صحابہ نے ان راتوں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تراویح پڑھیں، رکعات تراویح کا علم ان کو سب سے زیادہ تھا، اسلئے صحابہ کا عمل ہی ہمارے لئے قابل دلیل ہے۔ اثری صاحب کی سمجھ میں اگر نہ آئے، تو ہم سوائے دعاء خیر کے کچھ نہیں کر سکتے۔

اثری صاحب! جن راتوں میں رسول اللہ ﷺ نے تراویح باجماعت پڑھائی، ان راتوں میں آٹھ ہی رکعات تراویح پڑھانے کے سلسلہ میں کوئی صریح و صحیح حدیث آپ کے پاس

موجود ہوتو پیش کریں، ہم قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔

اثری صاحب کا گیارہ (۱۱) رکعات ہی کا دعویٰ سینہ زوری، ہٹ دھرمی اور رسول اللہ ﷺ پر الزام تراشی اور جھوٹا عمل منسوب کرنے کے مترادف ہے۔

اثری ص نے ۳۰ پر لکھا ہے ''کیا صحابہ کرام ؓ کے دلوں میں سنت کی محبت ہم جیسے ضعیف الایمان لوگوں سے بھی کم تھی؟ ہرگز نہیں۔''

اثری صاحب! واقعی حضرت عمر ؓ اور صحابہ کرام ؓ کے دلوں میں سنت کی محبت ہم جیسے ضعیف الایمان لوگوں سے زیادہ تھی اور حضرت عمر ؓ اور صحابہ کرام ؓ کو رسول اللہ ﷺ کی تراویح کی رکعات کا علم بھی تھا کہ گیارہ (۱۱) یا تیئیس (۲۳) یا ستائیس (۲۷) کتنی رکعات پڑھائی۔ اسی علم کی بنیاد پر حضرت عمر ؓ نے طول قیام، طول قرآت، طول رکوع، طول سجدہ وغیرہ میں تخفیف کر کے آخر میں بیس (۲۰) رکعات تراویح کا حکم صادر فرمایا۔ اسی عمل پر جمہور صحابہ نے عمل کیا، اور حضرات تابعین نے اپنی آنکھوں سے بیس (۲۰) رکعات تراویح کے عمل کو دیکھا اور اس پر عمل کیا اور دوسروں تک پہنچایا، پھر انکے بعد والوں نے بالاتفاق اسی عمل کو باقی رکھا۔ واللہ اعلم

قارئین کرام! کیا صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین اور فقہاء و محدثین کی کثیر جماعت گمراہی پر جمع ہو سکتی ہے اور سنت کی مخالفت کر سکتی ہے؟ العیاذ وباللہ۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ إن الله لایجمع أمتی أو قال أمة محمد ﷺ علی ضلالة. (ترمذی ۲۱۶۷)

یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔

۴) اثری صاحب ص ۳۰ پر لکھتے ہیں۔

﴿ پتہ نہیں قاسمی صاحب نے ابن منیع کی زیر بحث حدیث کو دو حنفی علماء ظفر احمد عثانی اور محمد زکریا کاندھلوی کی کتابوں إعلاء السنن اور أوجز المسالک سے کیوں نقل کیا

ہے؟ جبکہ یہ دونوں انتہائی متاخر ہیں، آیا انہیں یہ حدیث کسی متقدم عالم کی کتاب میں نظر نہیں آئی، یا انھیں ان دونوں حنفی عالموں پر زیادہ اعتماد ہے کہ یہ دونوں جو کچھ نقل کرتے ہیں وہ صد فیصد حق اور سچ ہوتا ہے۔شاید یہی وجہ ہے، کیونکہ قاسمی صاحب نے اس حدیث کو ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے اور اس کے صحیح یا ضعیف ہونے کی بابت کوئی کلام نہیں کیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ طرز تحریر لوگوں کو فائدہ پہونچانے کی بہ نسبت دھوکہ وفریب میں مبتلا کرنے کے زیادہ قریب ہے۔ واللہ اعلم۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۱۸﴾

۴) اثری صاحب کو مذکورہ بالا حدیث کے حوالہ پر اعتراض ہے کہ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی **إعلاء السنن** اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی **أوجز المسالک** کا حوالہ دیا گیا ہے۔اور ان کو متاخرین اور حنفی کہہ کر بھی رکیک طنز بھی کیا ہے۔

اثری صاحب! واقعی ان دونوں عالموں پر ہمیں اعتماد ہے کہ کبھی غلط حدیثیں نقل نہیں کریں گے۔متاخرین کی کتابوں سے حدیث نقل کرنا جرم ہے تو اثری صاحب نے ص ۳۲ اور ص ۴۸ میں میں سنن سعید ابن منصور کی حدیث کو نقل کر کے متاخرین علماء علامہ سیوطیؒ کی **المصابیح**، شیخ عبدالرحمن مبارکپوریؒ کی **تحفة الأحوذی** اور ڈاکٹر ضیاء الرحمن کی **المنة الکبری** کا حوالہ دیا ہے۔اور ہمارے اوپر دھوکہ دہی کا الزام بھی لگایا ہے۔اس طرح حوالہ دینا دھوکہ ہے تو اثری صاحب کو بھی دھوکہ باز کہا جائے گا۔

۵) اثری صاحب ص ۳۰ پر مزید لکھتے ہیں۔

﴿یہاں بھی قاسمی صاحب نے ''**عشرین رکعة**'' کا ترجمہ ''بیس رکعات تراویح'' کیا ہے جبکہ متن میں ''تراویح'' کا لفظ نہیں ہے، اگر قاسمی صاحب کے نزدیک تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہوتی تو ہمیں ''تراویح'' کہنے پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا، لیکن جب تہجد اور تراویح

موصوف کے نزدیک دو الگ الگ نمازیں ہیں تو دونوں میں سے ''تراویح'' مراد لینے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، ورنہ اس سے استدلال باطل ہوگا، یا پھر موصوف کہیں کہ وہ تہجد نہیں پڑھتے تھے اور اس کے لئے بھی دلیل کی ضرورت ہے۔ ﴿

جائزہ پر جائزہ ﴿١٩﴾

۵) عشرین رکعة کا ترجمہ بیس رکعات تراویح ہم نے صحیح لکھا ہے۔ اسلئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا، نہ کہ تہجد پڑھانے کا۔

چوتھی دلیل

﴿حدیث عن السائب بن یزید رضی اللہ عنہ﴾

﴿۳۵ حدیث﴾ عَنْ دَاوٗد بن قیس وَغَیرِہٖ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیدَ: أَنَّ عُمَرَ جَمَعَ النَّاسَ فِی رَمَضَانَ عَلَی أُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ، وَعَلَی تَمِیمِ الدَّارِی، عَلَی إِحْدَی وَعِشْرِیْنَ رَکْعَةً، یَقْرَؤُوْن بِالْمِئِینَ وَیَنْصَرِفُونَ عِنْدَ فُرُوعِ الْفَجر. ﴿مصنف عبدالرزاق، باب قیام رمضان، حدیث ۷۷۳۰﴾

ترجمہ: حضرت داود بن قیس رحمہ اللہ اور ان کے دیگر ساتھی اپنے استاد محمد بن یوسف رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داری رضی اللہ عنہ کو رمضان المبارک میں اکیس (۲۱) رکعات تراویح پڑھانے پر مامور کیا۔ وہ کئی سو آیتیں پڑھا کرتے تھے اور صبح صادق کے قریب گھر جایا کرتے تھے۔

اثری صاحب ص ۱۳۱ پر لکھتے ہیں۔ جائزہ

۱) ﴿ یہ اثر منکر یا شاذ ہے کیونکہ اسکی سند میں داود بن قیس صنعانی جو امام عبدالرزاق کا شیخ ہے مجہول الحال ہے، ابن حبان کے علاوہ کسی نے اسکی توثیق نہیں کی ہے اور ابن حبان

مجہول راویوں کی توثیق کرنے کی وجہ سے متساہل مانے گئے ہیں لہذا ان کی توثیق غیر معتبر ہے۔ رہا دوسرا راوی جس کو عبدالرزاق نے (وغیـــره) کے لفظ سے ذکر کیا ہے مبہم ہونے کی وجہ سے مجہول العین کے درجہ میں ہے، لہذا وہ داود بن قیس کو تقویت دینے کیلئے کافی نہیں ہے۔ مزید یہ کہ ان دونوں راویوں کی رکعاتِ تراویح کی تعداد کے بارے میں مخالفت کی گئی ہے، چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ نے "مـــوطـــأ" (۲۵۱) میں، یحییٰ بن سعید القطان نے "مصنف ابن أبی شیبة" (۲۸۴/۲ "کتاب صلاة التطوع والإمامة") اور "تأریخ المدینة المنورة" "لعمر بن شبة" (۱۱۸۱/۳۷۸/۱) میں اور عبدالعزیز بن محمد دراوردی نے "سنن سعید بن منصور" میں (جیسا کہ سیوطی کی "المصابیح" (ص ۳۸) اور ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمی کی "المنة الکبری" (۴۰۸/۲) میں ہے) محمد بن یوسف عن السائب بن یزید کی صحیح سند سے "إحدی عشرة" (گیارہ رکعت) کے لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ اور یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ انتہائی درجہ کے ثقہ محدثین میں سے ہیں اور عبدالعزیز بن محمد دراوردی صدوق حسن الحدیث ہے۔ لہذا اس میں کوئی شک نہیں کہ داود بن قیس وغیرہ کا محمد بن یوسف عن السائب بن یزید سے اکیس رکعت کی تعداد نقل کرنا وہم پر مبنی ہے اور صحیح گیارہ رکعت ہے جیسا کہ امام مالک یحییٰ بن سعید القطان اور عبدالعزیز بن محمد دراوردی نے محمد بن یوسف عن السائب بن یزید سے نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم

جائزہ پر جائزہ ۲۰

۱) اثری صاحب نے اس حدیث کو منکر یا شاذ لکھکر جس انداز سے پوسٹ مارٹم کیا ہے، ایسا لگتا ہے کہ نیم حکیم اپریشن کر رہا ہے۔ منکر یا شاذ سے اثری صاحب کی کیا مراد ہے معلوم نہیں ہے۔ اور اس حدیث کو ضعیف کرنے کی کوشش میں اسکے راوی داود بن قیس کے نام کے

ساتھ اپنی طرف سے ''صنعانی'' کا اضافہ کر کے مجہول الحال لکھا ہے، جبکہ داود بن قیس نام کے دوراوی ہیں۔(۱) داود بن قیس مدنی فراء (۲) داود بن قیس صنعانی۔اثری صاحب یہاں کس بنیاد پر صنعانی مرادلیا ہے، واضح کریں۔ یہاں پر داود بن قیس فراء مدنی مراد ہیں، نہ کہ صنعانی۔اسلئے کہ داود بن قیس فراء مدنی ہی محمد بن یوسف سے روایت کرتے ہیں۔امام یوسف مزیؒ تہذیب الکمال میں تحریر فرماتے ہیں۔**محمدبن یوسف بن عبد اللہ بن یزید الکندی المدنی الأعرج، روی عنه اسماعیل بن جعفر، وحاتم بن اسماعیل، وحفص بن غیاث، وداود بن قیس الفراء الخ.(تهذیب الکمال۲۷/ ۴۹)**

اورأرشیف **المجلس العلمی**(۱۰۱۷/۷) میں اس روایت کونقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔**وداود بن قیس أبوسلیمان المدنی، وثقه الشافعی وأحمد وابن معین، وأبوحاتم زرعة والنسائی وغیرهم.**

تعجب کہ اثری صاحب نے ص۸۳ میں داود بن قیس کی سند کوصحیح لکھا ہے۔اگر داود بن قیس صنعانیؒ بھی مرادلی جائے تو اثری صاحب کے نزدیک مجہول الحال ہوسکتے ہیں، مگرامام بخاریؒ، امام عبدالرزاقؒ، سلیمان بن ایوبؒ، ہشام بن یوسفؒ، امام ابن حبانؒ، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کے نزیک مجہول نہیں ہیں۔

۱) امام بخاریؒ تاریخ الکبیر (۸۲۰/۲۴۰/۳) میں لکھتے ہیں۔

داودبن قیس الصنعانی،سمع عبداللہ بن وهب،روی عنه عبدالرزاق.

۲) امام ابن حبانؒ نے اپنی ثقات میں انکونقل کر کے لکھا ہے۔

داودبن قیس الصنعانی یروی عن وهب بن منبه روی عنه عبدالرزاق بن همام.(الثقات لابن حبان۶/ ۲۸۸)

۳)   علامہ ابن حجر عسقلانیؒ تهذيب التهذيب (۱۷۲/۳) لکھتے ہیں۔
روی عن وهب بن منبه وعنه حفيده سليمان بن أيوب بن داود بن قيس وعبدالرزاق وهشام بن يوسف . ذكره ابن حبان فی الثقات.
نیز علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے تقريب التهذيب (۱۹۹/۱) میں داود بن قیس صنعانی کو ''مقبول'' لکھا ہے۔ ان کبار محدثین کے مقابلہ میں اثری صاحب کا اس حدیث کو منکر یا شاذ کہنا باطل و من گھڑت ہے۔ شیخ عبداللہ دویشؒ نے اسی حدیث کی تخریج کرتے ہوئے هذا الإسناد رجاله ثقات رجال الصحيح لکھا ہے۔(تنبيه القارى ۱ / ۴۲) اور اسی حدیث کے طرق داود بن قيس عن محمد بن يوسف الأعرج عن السائب بن يزيد کو ''الصيام للفريابى'' حديث ۱۷۵ کی تخریج میں إسناده ثقات لکھا ہے۔ اور شعیب ارنووط نے بھی اس کی تخریج کرتے ہوئے هذا سند قوی لکھا ہے۔(تعليق سير أعلام النبلا ۱/ ۴۰۱) اس روایت کو اثری صاحب نے زبردستی ضعیف کرنے کی کوشش ہے۔ اثری صاحب کب تک حدیثوں کو ضعیف کرنے کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ اللہ کے دربار میں توبہ کریں اور اپنی غلطی کا اعتراف کریں۔
اثری صاحب نے اکیس (۲۱) رکعات کے عدد کو راوی کا وہم قرار دے کر گیارہ (۱۱) رکعات کے عدد کو صحیح قرار دیا ہے۔ یہ اثری صاحب کا وہم ہے۔ اسلئے کہ اس کے راوی محمد بن یوسفؒ ہی سے عبدالعزیز بن محمد دراوردیؒ بھی اکیس رکعات نقل کر رہے ہیں۔ جیسا کہ شرح زرقانی (۱۰/۵۷۹) میں ہے۔ لہذا محمد بن یوسف کا طرق مضطرب ہونے کی بناء پر قابل استدلال نہیں ہے۔ اسکے علاوہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ ہی سے دوسرے راوی یزید بن خصیفہ (جن کی روایت کو اثری صاحب نے ص ۴۴ میں بادِل ناخواستہ صحیح تسلیم کیا ہے) اور حارث بن عبدالرحمٰن بیس (۲۰) اور تین (۳) جملہ تیس (۲۳) رکعات نقل کر رہے

ہیں۔اور حضرت ابوالعالیہؒ (تابعی)، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیس (۲۰) رکعات نقل کررہے ہیں۔اوران احادیث کی تائید میں متعدد مرسل حدیثیں بھی موجود ہیں۔ لہذا بیس (۲۰) رکعات اور تین (۳) رکعات جملہ تیئس (۲۳) رکعات ہی کی روایات قابل حجت اور قابل عمل ہوگی۔اثری صاحب کا صرف گیارہ رکعات کو صحیح کہنا غلط ہے اوراپنے مسلک کی ترجمانی کرنا ہے۔

۲) اثری صاحب ص۳۳ پر لکھتے ہیں۔

﴿اگر یہ روایت ثابت ہوجائے تواس کاٹکراؤ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگا۔کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تہجد اور تراویح کی نماز گیارہ و تیرہ رکعت ثابت ہے۔اورقرآن وسنت کی تعلیم اوراہل اسلام کا شیوہ یہ ہے کہ جب کسی کا قول وعمل سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوتو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کومضبوطی سے پکڑلواوراس کے خلاف امتی کا قول وعمل چھوڑ دو۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۲۱﴾

۲) جب اس حدیث کوزبردستی ضعیف کرنے کا کوئی راستہ نظرنہیں آیا تو چوردروازہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کوسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹکراؤ قرار دیکر مسلمانوں کوصحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بدظن کرنے کی کوشش کی ہے۔اورانکی اتباع نہ کرنے کی دعوت بھی دے ڈالی ہے۔حالانکہ عمل صحابہ کا سنت رسول سے ٹکراؤنہیں ہورہا ہے، بلکہ عمل رسول کا تعین ہورہا ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گیارہ ہی رکعات کے قول پراصرار کیا جائے،تو دوسرے بہت سے صحابہ کے قول وعمل سے ٹکراؤ ہوجائے گا۔جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گیارہ رکعات سے زیادہ پڑھنا اوراس ترتیب کے خلاف پڑھنا ثابت ہے۔

قارئین کرام! ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیے کہ صحابی رسول،اورسیدنا عمرفاروق رضی اللہ عنہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی کام کرسکتے ہیں؟ ہرگزنہیں۔یہ اندازِ روافض

اور شیعہ ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور صحابہ کو تارک سنت کہنے لگے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ **اِقْتَدُوْا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِیْ أَبِی بَكْرٍ وَّعُمَر.** (هذاحديث حسن، ترمذی)

میرے بعد (حضرت) ابوبکر اور (حضرت) عمر کی اتباع کرو۔

دوسری حدیث میں ہے۔ **إِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِیْ فَسَيَرَىٰ اخْتِلَافاً كَثِيْراً فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِی وَسُنَّةِالْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.** (أبو داود، ترمذی، وقال الترمذی هذاحديث حسن صحيح)

قارئین کرام! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خلفاء راشدین کی سنت کو میری سنت کہہ کر انکی اتباع کی وصیت فرما رہے ہیں، جبکہ اثری صاحب بغاوت کی دعوت دے رہے ہیں۔ قارئین خود ہی فیصلہ کریں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان کر انکی اتباع کی جائے یا اثری صاحب کی بات مان کر بغاوت کی جائے۔ کیا اثری صاحب کا مشورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ٹکراؤ نہیں ہے؟

۳) اثری صاحب ص ۳۳ پر لکھتے ہیں۔

﴿ اگر مان لیا جائے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اکیس رکعت تراویح پڑھنے پڑھانے کا حکم دیا تھا کیا اس سے گیارہ رکعت سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم منسوخ ہوگئی اور وہ چیز جس پر اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دین اسلام کو مکمل کیا تھا اب اس پر عمل کرنا بدعت قرار پایا؟

قاسمی صاحب یاد رکھیں کہ انہوں نے گیارہ رکعت تراویح کی سنت کو مٹانے کے لئے اپنی کتاب تالیف کی ہے، انہیں چاہئے کہ بلا تاخیر اللہ کی بارگاہ میں سچی توبہ کریں اور اپنے گناہ کا تحریری اعتراف کریں ورنہ مرنے کے بعد سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹانے کا ثواب پانے کے لئے تیار رہیں۔ ﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۲۲﴾

۳) اثری صاحب نے پہلے بیس رکعات کی حدیثوں کو ضعیف ،سخت ضعیف لکھا۔ پھر منکر و شاذ لکھا۔ پھر بھی سکون نہیں ہوا، تو بیس رکعات کی روایات کو سنت رسول سے ٹکراؤ لکھا۔ اب سوال کر بیٹھے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حکم سے سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم منسوخ ہو جائی گی؟ اثری صاحب! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے سنت نبوی منسوخ نہیں ہوتی، بلکہ سنت نبوی کی توثیق ہوتی ہے۔ یہی اثری صاحب کا مرض ہے کہ عمل صحابہ کو خلاف سنت سمجھتے ہیں۔ گیارہ رکعات ہی کو سنت سمجھنا اثری کا خانہ ساز ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، حضرت عائشہؓ کا گیارہ ہی رکعات کا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل کے خلاف ہے۔

اثری صاحب یہاں بھی دھمکی کے موڈ میں آ گئے ۔ہمیں سنت کا مٹانے والا کہہ کر عذاب الٰہی کی دھمکی دے ڈالی۔ ہم نے سنت کو مٹانے کے لئے کتاب نہیں لکھی بلکہ آپ کی طرف سے حدیث صحیح کی آڑ میں باقی حدیثوں کے انکار کو ظاہر کرنے اور آپکی فراموش کردہ سنتوں کو زندہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

اثری صاحب اپنے گریبان میں منہ ڈالئے ،اسی کتاب میں حدیث صحیح کو شاذ منکر اور سنت رسول کو جھوٹ کہا ہے کتنی صحیح اور ضعیف حدیثوں کو اپنے مسلک کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایک حدیث کو مان کر جملہ حدیثوں کا انکار بھی کیا ہے اور عمل صحابہ کو خلاف سنت قرار دیا ہے۔ **اللہ** سے ڈریئے ،لوگوں کو جہنمی کہنے کی عادت چھوڑ یئے ،معلوم نہیں کہ اخرت میں کس کا انجام کیا ہوگا۔ آپ میرے لئے بھی دعا خیر کرتے رہیئے اور میں بھی آپ کے لئے دعا خیر کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور عمل رسول کے ساتھ ساتھ عمل صحابہ پر بھی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ بار بار حضرت عائشہؓ کی حدیث گیارہ (۱۱) رکعات والی حدیث کا حوالہ دیکر ہمیں سنت کا مٹانے والا کہہ کر دھمکی دیتے

رہتے ہیں، آپ خود تیرہ (۱۳) رکعات کو تسلیم کر کے اس حدیث کے انکار کے مرتکب بھی ہوتے رہتے ہیں، حضرت عائشہؓ اس حدیث میں پورے سال گیارہ (۱۱) رکعات سے زیادہ پڑھنے کی نفی کرتی ہیں۔ آپ تیرہ (۱۳) رکعات تسلیم کر کے گیارہ (۱۱) رکعات کی سنت کو مٹانے والوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ **یاللعجب**

۴) **اثری صاحب ص ۳۴ پر لکھتے ہیں۔**

﴿قاسمی صاحب نے ''**إحدی وعشرین رکعة**'' کا ترجمہ ''اکیس (۲۱) رکعات تراویح'' کیا ہے جبکہ ''تراویح'' کا لفظ متن میں نہیں ہے اور نہ ہی موصوف کے نزدیک تراویح اور تہجد ایک ہیں، بلکہ الگ الگ ہیں، اس لئے دونوں میں سے بلادلیل ''تراویح'' مراد لینا موصوف کا **اجتھاد بارد** ہے۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۲۳﴾

۴) **إحدی وعشرین رکعة** کا ترجمہ بیس (۲۰) رکعات تراویح کرنے پر اثری صاحب کو اعتراض ہے۔ اثری صاحب دینی مدرسہ میں پڑھے ہیں یا انگریزی مدرسہ میں پڑھے ہیں ہمیں اسکا علم نہیں ہے۔ مگر دینی مدرسہ میں پڑھنے والے ہر طالب علم کو معلوم ہے کہ رمضان کی راتوں میں پڑھی جانے والی نماز کو تراویح کہا جاتا ہے۔ محدثین وفقہاء نے تہجد، وتر اور تراویح کے الگ الگ ابواب قائم کئے ہیں۔ آپ کا یہ اعتراض بے اثر ہے۔

۵) **اثری صاحب ص ۳۴ پر لکھتے ہیں۔**

﴿اس اثر کے آخر میں ہے: ''**وَيَنْصَرِفُونَ عِنْدَ فُرُوعِ الْفَجر**'' (اور صبح کے قریب گھر جایا کرتے تھے) یعنی جب لوگ تراویح سے فراغت کے بعد گھر لوٹتے تھے تو صبح صادق قریب ہوتی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ تہجد پڑھ کر لوٹتے تھے نہ کہ تراویح، جو قاسمی صاحب کے نزدیک تہجد سے الگ نماز ہے، اگر ہم اس سے قاسمی صاحب کی مزعومہ

تراویح مراد لیں تو لازم آئے گا کہ وہ لوگ یا تو تہجد پڑھتے ہی نہ تھے یا پھر اسے تراویح سے پہلے ہی پڑھ لیتے تھے کیونکہ صبح صادق کے قریب لوٹنے پر آدمی سحری کھائے گا نہ کہ نماز پڑھیگا۔ ﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۲۴﴾

۵) سحری تک پڑھی جانے والی نماز علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک تراویح ہی ہے۔ یہاں تہجد اثری صاحب کا مزعومہ ہے۔ اہل سنت والجماعت اور غیر مقلدیوں کے درمیان اختلاف کی یہی بنیاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رمضان المبارک کی نماز اور بقیہ مہینوں کی نماز میں رکعات اور کیفیت میں فرق تھا۔ رمضان المبارک میں طول قیام، طول قرآت، طول رکوع، طول سجدہ کے ساتھ مختلف مواقع پر مختلف رکعتوں کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا نام تراویح ہے۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک تہجد اور تراویح میں دقیق فرق ہے، بعض صفات میں مشترک اور بعض صفات میں مختلف ہیں۔ جیسے ظہر اور جمعہ۔ پورے ہفتہ پڑھی جانے والی نماز کا نام ظہر ہے، اور اسی وقت میں جمعہ کے دن پڑھی جانے والی نماز کا نام نماز جمعہ ہے۔ اور دونوں کے صفات اور احکام بھی الگ الگ ہیں۔ اسی طرح سال بھر رات میں پڑھی جانے والی نماز کا نام تہجد ہے، اور رمضان المبارک کے مہینہ میں رات میں پڑھی جانے والی نماز کا نام تراویح ہے۔ تہجد رسول اللہ ﷺ سے پوری رات پڑھنا ثابت نہیں ہے، اور تراویح پوری رات پڑھنا ثابت ہے۔ اگر دونوں نمازوں میں فرق نہ ہوتا، تو محدثین دونوں کے الگ الگ ابواب قائم نہ کرتے، اس فرق کو سمجھنے کے لئے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ و دیگر فقہاء و محدثین کی نگاہ بصیرت چاہیئے۔ اثری صاحب! آپ اس فرق کو نہیں سمجھ سکتے ہیں تو اپنی رائے اور اپنا مسلک دوسروں پر مسلط مت کیجئے۔ آپ اگر سنت کی اتباع میں عشاء کی نماز کے بعد سے سحری تک تراویح پڑھیں تو پھر تہجد پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

پانچویں دلیل

﴿حدیث الحارث بن عبدالرحمٰن بن أبی ذباب عن السائب بن یزید رضی اللہ عنہ﴾

﴿۳۷حدیث﴾ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبدِالرَّحمٰن اِبن أبِی ذباب عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیدَ قَالَ: کَانَ الْقِیَامُ عَلَی عَهدِعُمَرَ،بِثَلاثَةٍ وَعِشْرِیْنَ رَکْعَةً. ﴿مصنف عبدالرزاق،باب قیام رمضان،حدیث ۷۷۳۳﴾

ترجمہ: حضرت حارث بن عبدالرحمٰنؒ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہما سے روایت کر تے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تئیس رکعات (بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر) پڑھی جاتی تھی۔

اثری صاحب ص ۳۵ پر لکھتے ہیں۔ جائزہ

۱) ﴿اس کی سند انتہائی ضعیف ہے کیونکہ اس میں امام عبدالرزاق کا شیخ اسلمی واقع ہے، جس نے اس کو الحارث بن عبدالرحمٰن بن ابی ذباب سے روایت کیا ہے۔اسلمی کا نام ابراہیم بن محمد بن یحییٰ الاسلمی المدنی ہے، یحییٰ بن سعید قطان نے اسے ''کذاب'' کہا ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا ہے: ''ترکوا حدیثه'' (محدثین نے اس کی حدیث ترک کردی ہے) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''تقریب التهذیب'' (۲۴۱) میں اسے ''متروک'' کہا ہے۔اور اس کا شیخ الحارث بن عبدالرحمٰن بن ابی ذباب صدوق ہے مگر اس کا حافظہ قوی نہیں ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''تقریب التهذیب'' (۱۰۳۰) میں اس کے بارے میں کہا ہے: ''صدوق یهم'' (صدوق ہے اسے وہم ہو جاتا ہے)۔﴾

﴾جائزہ پر جائزہ ۲۵﴿

۱)　اثری صاحب کا اس کی سند کو انتہائی ضعیف کہنا صحیح نہیں ہے۔ اسلئے کہ اس کے راوی ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی المدنی سے امام شافعیؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام عبدالرزاقؒ وغیرہم نے روایت کی ہے۔ امام شافعیؒ نے ان دیکھا، اور انکو ثقہ کہہ کر انکی روایت کو قبول کیا ہے۔ اثری صاحب نے حارث بن عبدالرحمٰن ابن ابی ذباب پر بھی کلام کیا ہے۔ حالانکہ حارث عبدالرحمٰن ابن ابی ذبابؒ مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ کے راوی ہیں۔ اور اس حدیث کے متن کی تائید میں دوسری صحیح روایات بھی موجود ہیں۔ اثری صاحب! اس کی سند انتہائی ضعیف نہیں ہے، بلکہ حسن لغیرہ ہے اور متن انتہائی صحیح ہے۔

۲)　اثری صاحب ص ۳۶ پر لکھتے ہیں۔

﴿اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوگا کہ عمر رضی اللہ عنہ یا آپ کے عہد خلافت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تیئیس رکعت تراویح پڑھتے تھے، کیونکہ اس میں تیئیس رکعت تراویح پڑھنے کی نسبت عہد عمر کی طرف ہے، نہ کہ عمر رضی اللہ عنہ کی طرف، اور نہ ہی عہد عمر میں سارے لوگ صحابہ کرام تھے، کہ کہا جائے کہ یہ تیئیس رکعت پڑھنے والے صحابہ کرام تھے۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ احتمال ہوگا کہ تیئیس رکعت پڑھنے والوں میں صحابہ بھی تھے۔ لیکن محض احتمال سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی۔ فتفکر.﴿

﴾جائزہ پر جائزہ ۲۶﴿

۲)　اثری صاحب کی اس عبارت ''اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے تو'' سے واضح ہوتا ہے کہ اگر روایت صحیح بھی ہو تو وہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور یہ عبارت کئی جگہ تحریر کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنت نبوی اور راہ حق سے زیادہ انکو اپنا مسلک عزیز ہے۔ اور

دوسری بچکانہ بات یہ تحریر کی ہے کہ تیئس (۲۳) رکعات پڑھنے کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی طرف ہے، نہ کہ عمر کی طرف۔ اور یہ بھی وہم ظاہر کیا ہے کہ سب پڑھنے والے صحابہ بھی نہ تھے۔ اس خیال طفلانہ کا جواب دینے کو جی نہیں چاہتا مگر اتمام حجت کے لئے عرض ہے کہ اہل سنت والجماعت کی دلیل ہی یہی ہے کہ صحابہ وتابعین بیس (۲۰) رکعات اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

۳) اثری صاحب ص ۳۶ ہی پر لکھتے ہیں۔

﴿اگراس روایت میں قیام کرنے والوں سے مراد عمر رضی اللہ عنہ اور مدینہ کے صحابہ وتابعین ہیں تو یہ روایت باطل ہے، کیونکہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت گزر چکی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۲۷﴾

۳) اثری صاحب کے اس خیال فاسد کا جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کہ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ اثری صاحب گیارہ رکعات کی جس روایت کو صحیح کہہ رہے ہیں وہ روایت محمد بن یوسفؒ سے مروی ہے، اور محمد بن یوسفؒ ہی سے تیرہ اور اکیس رکعات منقول ہیں۔ محمد بن یوسفؒ کی گیارہ رکعات صحیح ہے تو اکیس بھی صحیح ہونی چاہئے۔ محمد بن یوسفؒ کے علاوہ کسی نے بھی حضرت سائب بن یزیدؓ سے گیارہ رکعات کی روایت نقل نہیں کیا ہے۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت حضرت یزید بن خصیفہؒ سے منقول ہے۔ جسکی سند کو اثری صاحب نے ص ۴۴ پر بادِل ناخواستہ صحیح لکھا ہے۔ **عن ابن خصیفة عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهدعمربن الخطاب فی رمضان عشرین رکعة، الخ.** کہ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رمضان

المبارک کے مہینے میں لوگ (حضرات صحابہ وتابعین) بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھتے تھے۔
(مسند ابن الجعد ۲۸۲۵،إسناده صحيح على شرط الشيخين،وفي أرشيف ملتقى أهل الحديث 1-(۸۴/۴۵)هذا سند صحيح جداً)

اسکےعلاوہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں بیس (۲۰) رکعات پڑھانا مذکور ہے۔

عَنْ أُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ:أَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَمَرَأبيا أَنْ يُّصَلِّيَ بِالناسِ فِي رَمَضَانَ، فَقَالَ:إنَّ النَّاسَ يَصُومُونَ النَّهَارَ وَلَايُحْسِنُونَ أنْ يَّقْرَأُوا،فَلَوْ قَرَأتَ القرآن عَلَيهِم بِاللَّيْلِ، فَقَالَ:يَاأَمِيْرَالْمُؤمِنِين! هَذَا شَيْءٌ لَمْ يَكُنْ، فَقَالَ: قَدْعَلِمْتُ وَلكِنَّهُ أَحَسَنٌ،فَصَلَّىٰ بِهِم عِشْرِيْنَ رَكْعَةً. (إسناده حسن ، المختارة للضياء المقدسي،حديث ۱۱۶۱)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے رمضان المبارک میں رات کوتراویح پڑھانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ لوگ دن میں روزہ تو رکھ لیتے ہیں مگرقرآن (یاد نہ ہونے کی وجہ سے) تراویح نہیں پڑھ سکتے ،اس لئےتم ان لوگوں کورات میں تراویح پڑھاؤ،حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نےفرمایا کہ یا امیر المؤمنین ! یہ ایسی چیز کا حکم ہےجس پر ابھی تک عمل نہیں ہے (یعنی با جماعت تراویح) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشادفرمایا: میں جانتا ہوں لیکن یہی بہتر ہے،تو انھوں (حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) نے بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اثری صاحب کا اس روایت کو باطل کہنا باطل ہے۔اور بیس (۲۰) رکعات کی روایات متعددطرق سے ثابت ہیں۔اسلئے بیس (۲۰) رکعات اور تین (۳) رکعات کی روایات ہی قابل حجت ہوگی۔

۴) اثری صاحب ص ۳۶ پر مزید لکھتے ہیں۔

﴿ کسی چیز کے عہد عمر رضی اللہ عنہ میں پائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عمر رضی اللہ عنہ اس سے باخبر تھے، جب تک کہ اس کا کوئی قرینہ یا دلیل نہ مل جائے۔ بلکہ یہاں ظاہر یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کو تئیس رکعت پڑھنے والوں کے متعلق خبر نہیں تھی، کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ تو گیارہ رکعت کے قائل تھے، جیسا کہ ان کے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو لوگوں کو گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دینے سے معلوم ہوتا ہے۔ ﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۲۸﴾

۴) اس عبارت سے اثری صاحب کی کم علمی اور بھولا پن معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حدیثوں کو ضعیف کرنے کی کوشش کی، پھر صحابہ کے عمل کو خلاف سنت قرار دیا، پھر عمل صحابہ ثابت ہونے کی صورت میں اس کی مخالفت کرنے کا فتویٰ دیا۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ پر الزام لگا رہے ہیں کے وہ بیس (۲۰) رکعت تراویح پڑھتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا علم بھی نہ تھا۔ ایک تیر سے دو شکار (۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنے کمزور امیر تھے کہ ان کے دور خلافت میں لوگ خلاف سنت کام کر رہے تھے اس کا علم ان کو نہ تھا (۲) صحابہ پر یہ الزام کہ وہ خلاف سنت کام بھی کر رہے تھے اور امیر المومنین کی مخالفت بھی کر رہے تھے۔ العیاذ باللہ۔ یہی انداز شیعیت ہے۔ صحابہ کی شان میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الإِيْمَانَ وَزَيَّنَهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ٥ أُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ٥ (سورۃ حجرات)

اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں کو ایمان سے منور و مزین کر دیا ہے اور کفر، گناہ اور نافرمانی سے انکو نفرت پیدا کر دی ہے۔ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل اور انعام ہے۔

۵) اثری صاحب ص ۳۷ پر لکھتے ہیں ۔

﴿اگر ثابت ہو جائے کہ عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ تئیس رکعت تراویح پڑھتے تھے تو یہ عمل سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بن سکتا ، مگر یہ کہ اسلام مکمل ہونے سے پہلے کا ہو تو وہ تقریری سنت ہوگا ۔ واللہ اعلم ۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۲۹﴾

۵) صحابہ کا عمل سنت نبوی نہیں بن سکتا ، تو مخالف سنت نبوی ہرگز نہیں ہوسکتا ۔

چھٹیں دلیل

﴿حدیث یزید بن رومان﴾

﴿۳۸ حدیث﴾ عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ ، أَنَّهُ قَالَ : كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ ، فِي رَمَضَانَ ، بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً . ﴿مؤطا إمام مالک ، باب ما جاء فی قیام رمضان ، إسناده مرسل قوی ، " أوجزا لمسالک "﴾

ترجمہ: حضرت یزید بن رومان رحمہ اللہ (تابعی) فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رمضان المبارک میں تئیس رکعات (بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر) پڑھتے تھے ۔

اثری صاحب ص ۳۷ میں لکھتے ہیں ۔ جائزہ

۱) ﴿یزید بن رومان کا یہ اثر ضعیف و منکر ہے ۔ ضعیف تو اس وجہ سے ہے کہ یزید بن رومان نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا ہے ، لہذا دونوں کے درمیان انقطاع ہے ، اسی علت کی بناء پر کئی محدثین نے اس اثر کی تضعیف کی ہے ۔ الخ﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۳۰﴾

۱)   حسب عادت اثری صاحب نے اس روایت کو بھی ضعیف ومنکر لکھ کر اپناوقت اور کاغذ ضائع کیا ہے۔جبکہ محدثین میں سے کسی نے اس حدیث کوضعیف نہیں لکھا ہے۔ہمیں معلوم ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور ہم نے لکھا بھی ہے۔ جمہور محدثین کے نزدیک مرسل حدیث ضعیف نہیں ہے۔آپ کی نقل کردہ عبارت میں سوائے ناصرالدین البانی کے کسی نے ضعیف نہیں لکھا ہے ۔ یہ محدثین پرالزام تراشی ہے۔ اور البانی صاحب کی تحقیق کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔اپنے مسلک کے موافق مرسل حدیث کوصحیح لکھتے ہیں۔قلت : **هذاحديث مرسل،وهو حديث صحيح.** (صحيح أبي داود للألباني ،حديث٧٣٧) (میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث مرسل اور صحیح بھی ہے)

۲)   اثری صاحب ص۳۹ میں لکھتے ہیں۔

﴿قاسمی صاحب نے حنفی عالم کی کتاب"**أوجز المسالک**" سے نقل کیا ہے کہ "**إسناده مرسل قوی**"(اس کی اسناد مرسل قوی ہے) یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انھوں نے شافعی عالم امام نووی رحمہ اللہ کی"**المجموع**"اور"**خلاصة الأحكام**"کو چھوڑ کر"**أوجز المسالک**" سے حنفی عالم کا قول کیوں نقل کیا؟ کیا اس لئے کہ ان کو امام نووی رحمہ اللہ کی کتابوں میں اس روایت پر کلام نہیں ملا؟ یا اس لئے کہ اگر امام نووی رحمہ اللہ کی تحقیق نقل کرتے تو بیس رکعت تراویح کی مزعومہ سنت ثابت نہ ہوتی؟ پہلی بات تو صحیح نہیں ہوسکتی کیونکہ انھوں نے امام نووی رحمہ اللہ کی"**المجموع**"اور"**خلاصة الاحكام**" سے بعض روایات کی تصحیح نقل کی ہے(دیکھئے قاسمی صاحب کی کتاب ص۳۹ میں حدیث نمبر۴۰) اس لئے ظاہر یہی ہے کہ انھوں نے بیس رکعت تراویح کی مزعومہ سنت کو ثابت کرنے اور گیارہ رکعت تراویح کی سنت کو باطل کرنے کے لئے یہ حکمت عملی اختیار کی ہے،جس پر وہ

سنت کو نازل کرنے والے کے یہاں اجر جزیل اور ثواب جلیل کے مستحق ہیں۔ ﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۳۱﴾

۲) اثری صاحب کو امام ابوحنیفہؒ اور حنفیوں سے چڑ ہے۔ اسلئے امام نوویؒ کو شافعی عالم کہہ کر ہمیں ورغلانے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ امام نوویؒ کی کتنی تحقیق سلفی علماء کو پسند نہیں ہے۔ **أوجز المسالک** حدیث کی ایک معتبر کتاب ہے۔ اسلئے وقت ضرورت کسی بھی حدیث کی کتاب سے نقل کرنے کا ہمیں اختیار ہے، جیسا کہ اثری صاحب کو متقدمین محدثین کی کتابوں کو چھوڑ کر البانی صاحب کی کتاب سے نقل کرنے کا اختیار ہے۔

اثری صاحب ! بیس (۲۰) تراویح سنت مزعومہ نہیں ہے، سنت صحیحہ ہے۔ بیس (۲۰) رکعات کی سنت کو مٹانے کے لئے آپ جتنے بھی جھوٹے ہتھکنڈے استعمال کریں، بیس (۲۰) رکعات کی سنت قیامت تک انشاء اللہ باقی رہے گی۔

۳) اثری صاحب ص ۳۹ پر مزید لکھتے ہیں۔

﴿ قاسمی صاحب کی تقلیدی تحقیق کے مطابق اس اثر کی سند مرسل قوی ہے، یہاں سوال یہ ہے کہ مرسل سے موصوف کی کیا مراد ہے؟ اگر مرسل بمعنی منقطع ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو ''منقطع قوی'' نہیں کہا جاتا، کیونکہ ضعیف ہوتی ہے نہ کہ قوی۔ اگر مرسل بمعنی مرفوعِ تابعی ہے یعنی وہ حدیث جس کو تابعی نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہو، تو بھی غلط ہے، کیونکہ اس کو یزید بن رومان نے رسول اللہ ﷺ سے نقل نہیں کیا ہے، بلکہ عمر رضی اللہ عنہ سے بھی نقل نہیں کیا ہے۔ اس لئے اس کی سند کو ''مرسل قوی'' کہنا نہ صرف غلط بلکہ عوام کو دھوکہ دینا ہے۔ کاش! قاسمی صاحب امام نووی رحمہ اللہ سے صرف ''مرسل'' نقل کر دیتے تو اس غلطی میں مبتلا نہ ہوتے۔ ﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۳۲﴾

۳) تقلیدی تحقیق کے مطابق اس حدیث کو مرسل قوی ہم نے صحیح لکھا ہے۔اور مرسل سے ہماری مراد وہی ہے، جو جمہور محدثین کے نزدیک ہے۔آثار السنن (۵۵/٦) میں اس حدیث کو مرسل قوی لکھا ہے۔اثری صاحب کو حدیث کی کتابوں کا مطالعہ نہیں ہے ،تو اثری صاحب کا جہل ہے۔مرسل حدیث کو ضعیف کہنا یہ غیر مقلدیوں کا مزعومہ ہے۔محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً قابل حجت ہے۔اور ایک جماعت کے نزدیک بعض شرائط کے ساتھ قابل حجت ہے۔

حدیث کا علم معلوم نہیں تھا تو قلم نہیں اٹھانا چاہئے تھا۔ہم اس سے پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ اثری صاحب کسی اہل سنت والجماعت کے دینی مدرسہ میں علم حاصل کریں یا اپنا مطالعہ وسیع رکھیں۔خود جاہل رہ کر دوسروں کو جاہل سمجھنا گناہ ہے۔حدیث مرسل کو مرسل قوی لکھنے پر تقلیدی تحقیق کہہ کر ہمارا مذاق اڑایا ہے جبکہ انکے رہنماء شیخ ناصر الدین البانیؒ مرسل حدیث کو حدیث صحیح لکھا ہے۔

هذا حديث مرسل، وهو حديث صحيح. (یہ حدیث مرسل ہے اور وہ (مرسل) حدیث صحیح ہے)(صحيح أبي داود للألباني ،حديث ۷۳۷)

اور ایک دوسرے سلفی عالم شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ مرسل حدیث کو إسناده حسن لکھا ہے۔فحديثُ طاوسٍ هذا مُرْسَل، لأن طاوساً تابعيٌّ وإسناده حسن والحديثُ المُرْسَلُ حُجَّة عند الإمام أبي حنيفة ومالك وأحمد مطلقاً، وعند الشافعي إذا أُعْتُضِدُ بِمَجيئِهِ من وجه آخر يباين الطريق الأولى مسنداً كان أومرسلاً.(تحفة الأحوذي ۱/۲۸٦)

حضرت طاوسؒ کی یہ حدیث مرسل ہے، اسلئے کہ حضرت طاوسؒ تابعی ہیں۔ اوراسکی سند حسن ہے۔ اورحدیث مرسل امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اوراحمدؒ کے نزدیک مطلقاً قابل حجت ہے۔ اورامام شافعیؒ کے نزیک مرسل حدیث کی تائیدمیں دوسرے طرق سے کوئی مسند یا مرسل روایت مروی ہوتو قابل حجت ہے۔

نوٹ: افسوس کہ یہ دونوں سلفی عالم تراویح کے باب میں حدیث مرسل کوضعیف لکھاہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی غلطیوں کومعاف کرے اورانکی مغفرت فرمائے۔

قارئین کرام! فیصلہ کریں کون جاہل ہیں۔اثری صاحب **یا** صاحب أوجز المسالک شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ صاحب۔

کاش! اثری صاحب صرف شیخ ناصرالدین البانیؒ ہی کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تواس غلطی میں مبتلا نہ ہوتے۔

ساتویں دلیل

﴿حدیث یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید رضی اللہ عنہ﴾

﴿۳۹حدیث﴾ وَرَوَیٰ مَالِک مِنْ طَرِیقِ یَزِیدَ بْنِ خُصَیفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیدَ عِشْرِینَ رَکْعَةً. ﴿فتح الباری للعلامۃ ابن حجر العسقلانی، باب فضل من قام رمضان ، ورجا له رجال البخاری﴾

ترجمہ: امام مالکؒ نے یزید بن خصیفہؒ کے طریق سے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہما سے بیس (۲۰) رکعات تراویح نقل کی ہے۔

اثری صاحب ص۴۰ پر لکھتے ہیں۔ جائزہ

۱) ﴿قاسمی صاحب نے اس اثر کوحافظ ابن حجرعسقلانی رحمہ اللہ کی ''فتح

البـــاری'' سے نقل کیا ہے اوراس میں کوئی شک نہیں کہ موصوف کی نقل کردہ عبارت ''فتح البـــاری''میں موجود ہے،لیکن کیا انہوں نے یہ دیکھنے کی کوشش کی کہ اسے امام مالک رحمہ اللہ نے روایت بھی کیا ہے یانہیں؟ قاسمی صاحب سے گزارش ہے کہ پہلے اس کتاب کا نام بتائیں جس میں اسے امام مالک رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے پھراس سے استدلال کریں اوراپنے دلائل کی تعداد میں اضافہ کریں۔﴾

جائزہ پر جائزہ﴿۳۳﴾

۱) اس عبارت سے اثری صاحب کی پریشانی ظاہرہوتی ہے کہ یہ حدیث حافظ ابن حجرعسقلانیؒ کی فتح البـاری سے ماخوذ ہے۔بھٹکل کے سلفی مرکز کا نام مرکز ابن حجرعسقلانی ہے۔یہ اثری صاحب کی مجبوری ہے ،ورنہ حافظ ابن حجرعسقلانیؒ کو حدیث کا گڑھنے والا، بلاسند حدیث کونقل کرنے والا کہہ کرجہنمی ہونے کا فتویٰ صادر کرتے۔اسلئے اثری صاحب نے حافظ ابن حجرکے بجائے ہم سے سوال کیا ہے کہ یہ حدیث کس کتاب میں ہے،نام بتائیں۔بے عقلی کی کوئی انتہاء ہے کہ حدیث نقل کریں حافظ ابن حجر العسقلانیؒ اور کتاب کا نام ہم بتائیں۔ہم یہاں اثری صاحب سے ایک سوال کریں گے کہ ص۳۲ پر انہوں نے ایک روایت سنن سعید ابن منصور سے نقل کی ہے اورحوالہ دیاہے علامہ سیوطیؒ کی المصابیح اورڈاکٹر ضیاءالرحمٰن اعظمی کی المنۃ الکبری کا۔کیا اثری صاحب نے یہ دیکھنے کی کوشش کی کہ سنن سعید ابن منصور میں یہ روایت ہے یانہیں۔جوجواب اثری صاحب کا ہوگا وہی جواب ہماراہوگا۔

۲) اثری صاحب ص۱۴۱ پر لکھتے ہیں۔

﴿موصوف نے اس روایت کی تحقیق ان الفاظ میں پیش کی ہے:''رجالہ رجال

البخاری ''یعنی اس کے رواۃ بخاری کے رواۃ ہیں۔ میرا خیال تھا کہ شاید موصوف نے اس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی فتح الباری سے نقل کیا ہے، لیکن فتح الباری دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ اس میں نہیں ہے، لہذا یہ موصوف کی تحقیق ہے۔ موصوف اگر چاہتے تو ''**رجالہ رجال الشیخین**'' یا ''**رجالہ رجال البخاری ومسلم**'' بھی کہہ سکتے تھے، کیونکہ مالک، یزید بن خصیفہ اور سائب بن یزید تینوں ہی صحیحین کے رواۃ ہیں، لیکن وہ کسی حکمت کی بنا پر صرف بخاری پر راضی ہو گئے۔ ہوسکتا ہے اس کا سبب امام بخاری رحمہ اللہ یا ان کی کتاب سے فرطِ محبت ہو۔ بہر کیف جو بھی سبب ہو ہمیں اس سے غرض نہیں۔ ہمیں غرض اس بات سے ہے کہ کسی کا کسی حدیث کے متعلق ''**رجالہ رجال البخاری**'' (اسکے رجال بخاری کے رجال ہیں) یا ''**رجالہ رجال مسلم**'' (اسکے رجال مسلم کے رجال ہیں) یا ''**رجالہ رجال الشیخین**'' (اس کے رجال بخاری ومسلم کے رجال ہیں) کہنا کیا اس حدیث کی صحت کو مستلزم ہے؟ ہرگز نہیں، کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں لیکن رواۃ کا ثقہ ہونا صحتِ حدیث کی شروط میں سے ایک شرط ہے، اس لئے جب تک دوسری شروط نہیں پائی جائیں گی اس وقت تک حدیث صحیح یا حسن نہیں قرار پا سکتی۔ اور یہ بات طلبہ حدیث پر مخفی نہیں ہے، البتہ جاہلوں پر ضرور مخفی ہے۔ اسی لئے وہ محققینِ حدیث جو عوام کو درجہ حدیث بتانا چاہتے ہیں وہ یا تو ''**رجالہ رجال البخاری**'' کہتے نہیں ہیں یا کہتے بھی ہیں تو اس کے ساتھ صحیح، حسن، قوی، ثابت، جید وغیرہ بھی کہتے ہیں، تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ حدیث قابلِ قبول اور لائقِ احتجاج ہے یا نہیں؟

جائزہ پر جائزہ ﴿۳۴﴾

۲) **رجالہ رجال البخاری** کہنے پر اپنے کو محدث کبیر اور ہمیں جاہل سمجھ کر پھر ایک بار اصول حدیث کا درس دینے لگے۔ **رجالہ رجال البخاری** کے الفاظ پر اعتراض کر کے

الفاظ میں الجھا کر حقیقت سے دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ **رجال البخاری** کہنے سے پیٹ میں کیوں درد ہوا معلوم نہیں، اسلئے کہ حدیث صحیح ثابت ہو رہی تھی۔ **رجالہ رجال الصحیح، رجالہ موثقون، رجالہ ثقات** وغیرہ کی اصطلاح محدثین کے یہاں مشہور ومعروف ہے۔

قال ابن حجر العسقلانی: رجاله رجال الصحیح. (فتح الباری ۱/ ۴۷۹)

قال الهیثمی: رجاله رجال الصحیح. (مجمع الزوائد۱۳، ۱۴۱،۱۵۵)

قال السیوطی: رجاله رجال الصحیح. (فض الوعا۲۳ ،۲۷،۴۳)

قال الشوکانی: رجاله رجال الصحیح. (نیل الأوطار ۱/ ۱۶۰، ۲۲۰، ۳۱۰، ۲/ ۲۰۳، ۳۷۶، ۳/ ۲۵، ۳۴، ۷۱، ۴/ ۷۴)

قال شعیب الأرنووط: رجاله رجال الصحیح. (تعلیق صحیح ابن حبان ۱۰۵۱، ۱۲۴۶، ۱۲۷۵، ۱۳۴۳، ۱۷۲۷، ۲۰۸۲، ۲۵۲۴)

قال حسین سلیم أسد: رجاله رجال الصحیح. (تعلیق مسند أبی یعلی ۱۴۵، ۱۵۶، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۶)

قال العلامة ابن حجر العسقلانی: رجاله موثقون. (فتح الباری ۳/ ۴۹۳، ۷/ ۵۸، بلوغ المرام ۱۲۸۶)

قال شعیب الأرنووط: رجاله موثقون. (تعلیق مسند أحمد ۲۲۸۲۷)

قال حسین سلیم أسد: رجاله ثقات. (تعلیق مسند أبی یعلی ۳۴، ۷۷، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۰۶، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۹، ۱۴۱)

اثری صاحب کا یہ لکھنا کہ اصول حدیث جاہلوں پر مخفی ہے، اثری صاحب پر ہی صادق آتا ہے۔

قارئین کرام ! اب فیصلہ کریں کہ اصول حدیث سے جاہل کون ہیں۔مشہور مقولہ ہے۔ **المعترض کالاعمی** (اعتراض کرنے والا اندھے کی طرح ہے)

۳) اثری صاحب ص۴۲ پر لکھتے ہیں۔

﴿اگراس روایت کوصحیح تسلیم کرلیا جائے تو کیا اس مختصر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیس رکعت تراویح کس نے پڑھی؟ رسول اللہ ﷺ نے یا عمر رضی اللہ عنہ نے یا کسی اور صحابی یا غیر صحابی نے؟ ہرگز نہیں، بالکل نہیں، کیونکہ اس میں بیس رکعت پڑھنے والوں کا کوئی ذکر بلکہ اشارہ تک نہیں ہے۔اگر موصوف کے پاس اصل روایت تفصیلاً موجود ہے تو ان کو یہ مختصر لفظ ذکر کر کے اپنے بخیل ہونے کی دلیل نہیں پیش کرنی چاہئے، کیونکہ بہتر عالم وہ ہے جو اپنے علم کی سخاوت کرتا ہے اور بخل سے کام نہیں لیتا، خصوصاً جبکہ علم کی سخاوت آدمی کے علم میں کمی نہیں کرتی۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۳۵﴾

۳) اثری صاحب کی اس عبارت سے (ہٹ دھرمی) اور حق سے انحراف کا ثبوت ملتا ہے کہ روایت کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو بھی ماننے کو تیار نہیں ہے۔ بچکانہ اعتراض کر بیٹھے کہ بیس (۲۰) رکعات پڑھنے والوں کا نام نہیں ہے۔عرض ہے کہ اس مختصر سی روایت میں علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اثری کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ امام مالکؒ، یزید بن خصیفہؒ کے طرق سے بھی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے بیس (۲۰) رکعات کی روایت نقل کیا ہے۔رہا آپ کا سوال کے بیس رکعات کس نے پڑھی؟ دوسری روایت میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب ہی لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس (۲۰) رکعات پڑھتے تھے۔**عن ابن أبی ذئب ،عن یزید بن خصیفة، عن السائب بن یزید قال: کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب فی رمضان عشرین رکعة،الخ.** محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی

ذئبؒ، یزید بن خصیفہؒ کے طرق سے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رمضان المبارک کے مہینے میں لوگ (حضرات صحابہ وتابعین) بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ (مسند ابن جعد ۲۸۲۵، إسناده صحيح على شرط الشيخين، وفى أرشيف ملتقى أهل الحديث 1-(۸۴/۴۵) هذا سند صحيح جداً)

آٹھویں دلیل

﴿حديث ابن أبى ذئب عن يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد رضی اللہ عنہ﴾

﴿۴۰ حديث﴾ عَنْ ابن أَبِى ذَئب عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ رَضِىَ اللّٰه عَنْهُمَا قَالَ: كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ فِى شَهْرِ رَمَضَانَ، بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً، قَالَ: وَكَانُوا يَقْرَؤُنَ بِالْمِئِينَ وَكَانُوا يَتَوَكَّئُونَ عَلَى عِصِيِّهِم فِى عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّان رضی اللہ عنہ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ. ﴿سنن بيهقى، باب ماروى فى عدد ركعات القيام فى شهر رمضان﴾

هذا حديث صححه النووى فى كتابه ''الخلاصة'' و ''المجموع''، وأقره الزيلعى فى ''نصب الراية''، وصححه السبكى فى ''شرح المنهاج''، وابن العراقى فى ''طرح التثريب''، والعينى فى ''عمدة القارى''، والسيوطى فى ''المصابيح فى صلاة التراويح''، وعلى القارى فى ''شرح الموطأ''، والنيموى فى ''آثار السنن'' وغيرهم. ﴿تصحيح حديث صلاة التراويح عشرين ركعة والرد على الألبانى فى تضعيفه للشيخ إسماعيل بن محمد

الأنصاری، ص۷﴾

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رمضان المبارک کے مہینے میں حضرات صحابہ کرام بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھتے تھے اور وہ سوسو آیتیں پڑھا کرتے تھے اور امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شدت قیام یعنی طول قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں پر ٹیک لگایا کرتے تھے۔

اس حدیث کو امام نوویؒ نے الخلاصۃ اور المجموع میں، امام زیلعیؒ نے نصب الرایۃ میں، علامہ سبکیؒ نے شرح منہاج میں، علامہ ابن العراقیؒ نے طرح التثریب میں، علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری میں، علامہ سیوطیؒ نے المصابیح فی صلاۃ التراویح میں، ملاعلی قاریؒ نے شرح موطأ میں، علامہ نیمویؒ نے آثار السنن میں صحیح کہا ہے۔

اثری صاحب ص۴۴ پر لکھتے ہیں۔ جائزہ

ا) ﴿اس میں کوئی شک نہیں کہ اس اثر کو اس کی ظاہرِ سند کی صحت کی بنا پر علماء و محدثین کی ایک جماعت نے ''صحیح'' کہا ہے، جیسا کہ قاسمی صاحب نے ذکر کیا ہے اور واقعی اس کی سند صحیح معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اس کے ضعیف ہونے پر کوئی قوی دلیل میرے علم کے مطابق قائم نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ روایت محمد بن یوسف عن السائب بن یزید کی روایت کے منافی ہے، کیونکہ محمد بن یوسف کی روایت میں عمر بن خطاب کا ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دینا مذکور ہے، جبکہ یزید بن خصیفہ کی روایت میں عہد عمر رضی اللہ عنہ میں لوگوں کا بیس (۲۰) رکعت تراویح پڑھنا مذکور ہے، اور یہ دونوں دو چیزیں ہیں۔ ان میں سے دوسری روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عمر رضی اللہ عنہ یا فلاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بیس رکعت

پڑھتے تھے، اور نہ ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں بیس رکعت پڑھنے کا حکم دیا تھا، یا عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے بیس پڑھنے کا علم تھا، بلکہ زیادہ سے زیادہ جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ عہدِ عمر رضی اللہ عنہ میں ماہِ رمضان میں کچھ لوگ جن میں صحابہ وتابعین دونوں ہوسکتے ہیں، بیس رکعت کے ذریعہ قیام اللیل کرتے تھے اور بہت طویل رکعتیں پڑھتے تھے۔ لہذا اس روایت کی بنا پر اگر کوئی بیس رکعت تراویح پڑھتا ہے تو اسے بدعت نہیں کہا جائیگا، لیکن اسے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت بھی نہیں لگائی جائیگی اور نہ ہی سنتِ عمر فاروق کہہ کر عمر رضی اللہ عنہ پر جھوٹ بولا جائیگا۔

جائزہ پر جائزہ ﴿۳۶﴾

۱) دیر آید درست آید کے مصداق کے مطابق اثری صاحب نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بیس رکعات تراویح پڑھنے والی اس حدیث کو دبے الفاظ میں صحیح تسلیم کیا ہے۔ جبکہ شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ اور شیخ ناصرالدین البانیؒ نے زبردستی اس حدیث کو ضعیف کرنے کی کوشش کی تھی۔ اثری صاحب نے اس حدیث کو صحیح ماننے کے باوجود راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے لچر پوچ انداز میں لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

اثری صاحب کا یہ لکھنا کہ اس حدیث میں حضرت عمرؓ یا دوسرے صحابہ کے بیس رکعات پڑھنے کی صراحت نہیں ہے۔ یہ سوال بچکانہ ہے، سب صحابہ پڑھتے تھے، تو حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ سب شامل ہوئے۔ اور ایک اشکال کیا ہے کہ اس حدیث سے حضرت عمرؓ کا بیس رکعات پڑھنے کا حکم دینا ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اثری صاحب! دوسری روایت سے حضرت عمرؓ کا بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دینا اور صحابہ وتابعین کا تواتر سے بیس رکعات تراویح پڑھنا ثابت ہے۔ اثری صاحب کا اور ایک شکال کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پڑھتے یا نہیں پڑھتے تھے؟ ہم ایسی بدگمانی ہرگز نہیں کر سکتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیس رکعات پڑھتے ہوں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ پڑھتے

ہوں۔صحابہ سے بدگمانی خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بدگمانی، یہ شیعت کی علامت ہے۔ یہاں اثری صاحب کے علم اور عقل کا معیار ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو حکم دیں اور خود نہ پڑھیں، اور صحابہ پڑھتے ہوں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم نہ ہو۔

۲) اثری صاحب ص ۴۵ پر لکھتے ہیں۔

﴿اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی خلیفہ راشد کے دور میں کوئی عمل پایا جائے ،جس کا سنت ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ اس بارے میں سنت نبویہ ﷺ دوسری کیفیت کے ساتھ موجود ہے تو اس عمل کا کیا حکم ہوگا؟ آیا اسے سنت نبویہ ﷺ کا ناسخ مانا جائیگا، جس کے بعد سنت نبویہ ﷺ پر عمل کرنا حرام و ممنوع ہوگا اور بعد کے عمل کو اختیار کرنا واجب و لازمی ہوگا؟ یا اس عمل پر عمل کو افضل اور سنت نبویہ ﷺ پر عمل کو جائز کہا جائیگا؟ یا سنت نبویہ ﷺ پر عمل کو افضل اور دوسرے عمل پر عمل کو جائز کہا جائیگا؟ یا دونوں پر عمل کرنا برابر ہوگا؟ یہ چار صورتیں ہیں جن کا جواب ذکر کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ قارئینِ کرام اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کو یاد کر کے اور آخرت کے حساب کتاب کا تصور کر کے اور تکمیلِ دینِ اسلام کے عقیدہ کو تازہ کر کے ان سوالوں کا جواب خود سے پا سکتے ہیں اور اگر انہیں کسی وجہ سے اپنے جواب پر اطمینان نہ ہو تو ہمارے موصوف مولانا قاسمی صاحب کی طرف رجوع کر کے ان سوالوں کا جواب حاصل کر سکتے ہیں، امید ہے کہ وہ سائلین کو جواب سے محروم نہ کرینگے اور اپنے علمِ دین کی فیاضی کا اظہار فرمائیں گے۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۳۷﴾

۲) یہاں پر اثری صاحب کا یہ سوال کہ کسی خلیفہ راشد کے دور میں کوئی عمل پایا جائے جس کا سنت ہونا ثابت نہیں ہے، بلکہ اس کے بارے میں سنت نبویہ دوسری کیفیت کے ساتھ موجود ہے، تو اس عمل کا کیا حکم ہوگا؟ یہ سوال ہی بیہودہ ہے کہ خلیفہ راشد اور صحابہ کا عمل خلاف

سنت ہے۔ہمیں یقین راسخ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کوئی بھی عمل سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا۔آپ کا یہ خیال فاسد ہے اور شیطانی دھوکہ ہے کہ سنت نبویہ ایک ہی کیفیت کے ساتھ ثابت ہے۔ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف کیفیت اور مختلف رکعات کے ساتھ ثابت ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے۔ا) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ (۱۳) رکعات نماز پڑھتے تھے،جس میں پانچ (۵) رکعتیں ایک تشہد کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔(صحیح مسلم)

۲) دوسری صحیح حدیث میں فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو (۹) رکعات وتر ایک سلام کے ساتھ پڑھتے تھے، پھر دو رکعات ادا فرماتے تھے۔(صحیح مسلم)

۳) اور صحیح بخاری کی حدیث میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ (۱۲) رکعات دو دو رکعات کر کے پڑھتے تھے، پھر وتر پڑھتے تھے۔اور ایک مرسل حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رات میں سترہ (۱۷) رکعات نماز پڑھنا مذکور ہے۔(مصنف عبدالرزاق) جب غیر رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گیارہ (۱۱) رکعات سے زیادہ پڑھنا ثابت ہے تو اثری صاحب کا رمضان المبارک میں صرف گیارہ رکعات پڑھنے کا دعوی، سراسر جھوٹ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹے عمل کو منسوب کرنے کے مترادف ہے۔اثری صاحب! ہماری کتاب پڑھکر جب آپ نے صحابہ کا بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھنا تسلیم کر لیا ہے، تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد توفیق الٰہی شامل رہی، تو انشاء اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گیارہ رکعات سے زیادہ پڑھنے کے عمل کو بھی تسلیم کر لیں گے۔

۳) اثری صاحب ص ۴۶ پر لکھا ہے۔

﴿اگر کسی کو قاسمی صاحب سے مذکورہ بالا سوالات کرنے کا اتفاق ہو تو وہ ان سے یہ بھی پوچھ لے کہ عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح پڑھنے والوں میں سے کسی نے اس کو یعنی

بیس رکعت تراویح کوسنت بھی کہاہے؟ جس کی اقتدا میں قاسمی صاحب بیس رکعت تراویح کوسنت قراردے رہے ہیں یا انھوں نے بیس رکعت تو پڑھی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ پر تہمت لگانے کی جرأت نہیں کی ہے۔ ﴿

جائزہ پر جائزہ ﴿۳۸﴾

۳) اثری صاحب کی پریشانی کا یہ حال ہے کہ جب حدیث صحیح ثابت ہونے لگی ، اور حدیث کو باطل کرنے کی کوئی شکل نظر نہیں آئی ،تو وسواس میں مبتلاء ہوگئے ، ادھرادھر کی باتیں کرنے لگے۔اب یہ سوال کررہے ہیں کہ کیا صحابہ بیس (۲۰) رکعات کوسنت سمجھ کر پڑھتے تھے؟اس کا جواب اثری صاحب ہی دیں کہ رمضان المبارک میں دیررات یا پوری رات جونماز پڑھتے تھے اسکو کیا سمجھ کر پڑھتے تھے؟اس کا جواب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فَرَضَ صِيَامَ رَمَضَانَ عَلَيْكُمْ،وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ،

﴿سنن نسائی ۲۲۱۰ ،إسناده حسن،فیض القدیر للمناوی ۲۷۰/۱﴾ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اللہ تبارک وتعالی نے تم پر رمضان المبارک کے روزے کوفرض کیا ہے اور میں نے رمضان المبارک کے قیام (تراویح) کوسنت قرار دیا ہے۔

نویں دلیل

﴿حدیث محمدبن جعفرعن یزید بن خصیفه عن السائب بن یزید﴾

﴿۴۱حدیث﴾ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيفَةَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ رَضِيَ اللّٰه عَنْهُمَا،قَالَ: كُنَّانَقُومُ مِنْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِعِشْرِينَ

رَكْعَةً وَالْوِتْر .رواه البيهقى فى "المعرفة"،وصححه العلامة السبكى فى "شرح المنهاج "،وعلى القارى فى "شرح المؤطا .

﴿إعلاء السنن،باب تراويح ،وتحفة الأحوذى،باب ماجاء فى قيام شهر رمضان ﴾

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیس (۲۰) رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

اس حدیث کو علامہ سبکیؒ نے شرح منہاج میں اور ملا علی قاریؒ نے شرح مؤطا میں صحیح کہا ہے۔

(حدیث نمبر ۴۰ اور ۴۱ کو صاحب تحفة الأحوذی نے زبردستی ضعیف کرنے کی کوشش کی ہے جب کہ کبار محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے۔)

اثری صاحب ص ۴۸ پر لکھتے ہیں۔ جائزہ

ا) ﴿یہ وہی پچھلا اثر ہے البتہ اس میں ''کانو ایقومون'' کے بجائے ''کنا نقوم'' ہے اور آخر میں ''والوتر'' کا اضافہ ہے نیز یہ روایت مختصر ہے کیونکہ اس میں پچھلی روایت کی بعض چیزیں مذکور نہیں ہیں۔ اس اثر کی سند میں بیہقی رحمہ اللہ کے شیخ ابو طاہر الفقیہ اور ان کے شیخ ابو عثمان بصری کا ثقہ یا ضعیف ہونا معلوم نہیں ہے۔ لہذا جب تک ان دونوں کی حالت کا علم نہیں ہو جاتا اس وقت تک اس روایت کو صحیح نہیں کہا جا سکتا۔ رہی اس روایت کی پچھلی روایت سے تقویت تو درست نہیں ہے کیونکہ پچھلی روایت میں ''کانو ایقومون'' (لوگ قیام کرتے تھے) ہے جبکہ اس روایت میں ''کنا نقوم'' (ہم قیام کرتے تھے) ہے اور ان دونوں میں جو فرق ہے غور کرنے والے پر مخفی نہیں ہے بشرطیکہ وہ صاحب عقل وفہم ہو۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۳۹﴾

۱) اللہ کا شکر ہے کہ دونوں روایتوں کو ایک ہی قرار دیا، مگر پہلی روایت کو صحیح تسلیم کر کے دوسری روایت میں ضعف تلاش کر رہے ہیں۔ اثری صاحب! ضعف تلاش کرتے رہیے، صحیح پر تو عمل شروع کیجئے۔ **کانوا یقومون** (وہ لوگ قیام کرتے تھے) **کنا نقوم** (ہم قیام کرتے تھے) کے الفاظ میں الجھا کر راہ فرار اختیار مت کیجئے۔

قارئین کرام! صحابیِ رسول فرماتے ہیں کہ ہم لوگ تراویح پڑھتے تھے / وہ لوگ تراویح پڑھتے تھے۔ ہمارے نزدیک دونوں حدیثوں کا مطلب ایک ہی ہے، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔ اثری صاحب کے نزدیک کیا مطلب ہے ہمیں معلوم نہیں ہے۔

اثری صاحب اس کی سند کو ضعیف کرنے کی کوشش کی ہے، اور لکھا ہے کہ "اس کی سند میں بیہقی رحمہ اللہ کے شیخ ابوطاہر الفقیہ اور ان کے شیخ ابوعثمان بصری کا ثقہ یا ضعیف ہونا معلوم نہیں ہے۔" راوی کا حال اثری صاحب کو معلوم نہ ہو تو سند ضعیف نہیں ہوتی ہے۔ جبکہ سلفیوں کے رہنما شیخ ناصر الدین البانی اس کی سند کو **هذا إسناد جيد** لکھا ہے۔ (سلسلة الأحاديث الضعيفة ۱۱/۷۸۶)

۲) اثری صاحب ص ۴۸ پر مزید لکھا ہے۔

﴿اس اثر کی تضعیف اُس اثر سے بھی ہوتی ہے جس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کرتے ہوئے کہا ہے: **حَدَّثَنَا عبْدُالعزيزِ ابنُ محمدٍ حدّثنی محمدُ بنُ يوسفَ سمعتُ السَّائِبَ بْن يزيدَ يقول: كُنَّا نَقُوْمُ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الخَطَّاب** رضی اللہ عنہ **بِإِحْدى عشرة ركعة.** (المصابيح فی صلاة التراويح للسيوطی (ص ۳۸)، تحفة الأحوذی للمباركفوری (۳/۴۴۶)، المنة الكبری للدكتور ضياء الرحمٰن

الأعظمی(۴۰۸/۲).

ترجمہ: سائب بن یزید نے کہا ہم عمر بن خطاب ﷛ کے زمانہ میں گیارہ رکعت کے ذریعہ قیام کرتے تھے۔

اس اثر کی سند حسن ہے اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے کہا ہے ''إسناده فی غایة الصحة ''(اس کی سند انتہائی صحیح ہے)۔اس سے قارئین سمجھ سکتے ہیں کہ سائب بن یزید ﷛ گیارہ رکعت تراویح پڑھنے والوں میں سے تھے یا بیس رکعت۔نیز یہ کہ پچھلی روایت جسے محمد بن جعفر نے یزید بن خصیفہ سے روایت کیا ہے ابن ابی ذئب عن یزید بن خصیفہ کی روایت سے تقویت پا سکتی ہے یا نہیں؟ ﴿﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۴۰﴾

۲) اثری صاحب نے اس حدیث کو ضعیف کرنے کے لئے سنن سعید ابن منصور کے حوالہ سے گیارہ رکعات کی روایت نقل کی ہے۔اور حوالہ علامہ سیوطیؒ کی المصابیح ،اور عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ کی تحفة الأحوذی اور ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن کی المنة الکبریٰ کا دیا ہے۔جبکہ علامہ زرقانیؒ نے عبدالعزیز دراوردیؒ سے اکیس (۲۱) رکعات کی روایت نقل کی ہے۔(شرح الزرقانی ۱۰/۵۷۹)

قارئین کرام! جب ہم نے أوجز المسالک اور إعلاء السنن کا حوالہ دیا تھا تو حنفی متاخرین علماء کا حوالہ کہہ کر طنز کیا تھا۔یہاں پر اثری صاحب نے علامہ سیوطیؒ اور دو متاخرین سلفی علماء کا حوالہ دیا ہے۔ہم کریں تو بدعت ،اثری صاحب کریں تو سنت۔یہاں پر اثری صاحب کی ص ۳۰ کے انداز تحریر ہی سے جواب دیں گے۔پتہ نہیں اثری صاحب نے سنن سعید ابن منصور کی زیر بحث حدیث کو علامہ سیوطیؒ اور دو سلفی علماء عبدالرحمٰن مبارکپوری اور ضیاء الرحمٰن اعظمی کی کتابوں تحفة الأحوذی اور المنة الکبریٰ سے کیوں نقل کیا ہے؟ جبکہ

یہ دونوں انتہائی متاخر ہیں، آیا انہیں یہ حدیث کسی متقدم عالم کی کتاب میں نظر نہیں آئی، یا انھیں ان دونوں سلفی عالموں پر زیادہ اعتماد ہے کہ یہ دونوں جو کچھ نقل کرتے ہیں وہ صد فیصد حق اور سچ ہوتا ہے۔ اب اثری صاحب سے سوال کہ اصل کتاب کا حوالہ دینے کے بجائے ان متاخرین علماء کا حوالہ کیوں دیا؟ شاید سنن سعید بن منصور میں یہ روایت نہیں ملی ہوگی۔

رہا اثری صاحب کا سوال کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ گیارہ رکعات پڑھنے والوں میں سے تھے یا بیس (۲۰) رکعات؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اثری صاحب کی نقل کردہ حدیث محمد بن یوسفؒ کے طرق سے مروی ہے جسمیں گیارہ، تیرہ، اکیس رکعات منقول ہیں۔ اس کے برخلاف حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے دوسرے شاگرد یزید بن خصیفہؒ اور حارث بن عبدالرحمٰنؒ سے صرف بیس رکعات منقول ہیں۔ اس کے علاوہ تراویح پڑھانے والے امام حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھانا ثابت ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیس رکعات پڑھنے والوں میں تھے۔

۳) اثری صاحب ص ۴۹ پر لکھا ہے۔

﴿ قاسمی صاحب نے اس اثر اور پچھلے اثر کے بارے میں لکھا ہے کہ صاحب تحفة الأحوذی نے زبردستی ضعیف کرنے کی کوشش کی ہے جبکہ کبار محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے، ان میں سے گزشتہ اثر پر کلام گزر چکا ہے لیکن اس اثر کے بارے میں موصوف کا یہ کہنا کہ صاحب تحفة الأحوذی نے اسے زبردستی ضعیف کرنے کی کوشش کی ہے صحیح نہیں ہے، کیونکہ صاحب تحفة الأحوذی نے اسے انہی دونوں راویوں کی وجہ سے ضعیف کہا ہے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ اگر آپ اس سے متفق نہیں ہیں اور یقیناً آپ اس سے متفق نہیں ہیں تو آپ کو چاہیئے تھا کہ آپ ان دونوں راویوں کا ثقہ ہونا ثابت کرتے، پھر آپ کو حق تھا کہ آپ ان کی تضعیف رد کریں، اور اگر آپ ان کی ثقاہت ثابت نہیں کر سکتے تو عزت

بچانے کا آسان طریقہ یہ تھا کہ صحیح کہنے والوں کی تصحیح نقل کرتے اور آگے بڑھتے۔اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ جس عمر کو پہونچ چکے ہیں اس میں اپنی عزت کا خیال رکھیں اور قلم سنبھال کر چلائیں۔

جائزہ پر جائزہ ﴿۴۱﴾

۳) اللہ کا شکر ہے کہ اثری صاحب نے صاحب **تحفة الاحوذی** کے متعلق لکھی گئی عبارت میں پہلی حدیث کے متعلق تسلیم کیا ہے کہ صاحب **تحفةالاحوذی** نے زبردستی ضعیف کرنے کی کوشش کی ہے،مگر دوسری حدیث کے متعلق ''لیکن'' لگا دیا۔اثری صاحب کا لفظ'' لیکن'' بڑا خطرناک ہے ۔حق ثابت ہونے کے بعد اس سے بچنے کا ایک ذریعہ ہے۔جیسے ص۴۰ میں ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ موصوف کی نقل کردہ عبارت **فتح الباری** میں موجود ہے لیکن....... .. اور ص۴۵ میں ہے۔لہذا اس روایت کی بنا پر اگر کوئی بیس رکعت تراویح پڑھتا ہے تو اسے بدعت نہیں کہا جائیگا،لیکن...........اور ص ۷۹ میں ہے۔اس اثر کی سند بھی صحیح ہے لیکن...........۔

اثری صاحب نے یہاں بھی ایسا ہی کیا ہے۔ہماری بات صحیح ثابت ہورہی تھی ، جواب نہیں بن پارہا تھا، ''لیکن'' لگا کرسوال کرنے لگے کہ راویوں کو ثقہ ثابت کریں۔اور ہماری عمر کا مذاق اڑا کر دھمکی دے ڈالی کہ قلم سنبھال کر چلائیں۔

اثری صاحب !ہماری تقلیدی تحقیق کے مطابق علامہ سبکیؒ،علامہ زیلعیؒ ،ملاعلی قاریؒ،علامہ ابن ہمامؒ نے صحیح تسلیم کیا ہے۔صاحب **تحفة الأوذی** کو راویوں کا حال معلوم نہ ہوتو حدیث ضعیف نہیں ہوتی ہے۔آپ کے پاس کوئی غیر تقلیدی یا آسمانی جرح ان راویوں پر ہوتی،تو واضح کرتے۔صفحہ ۶۹ پر اثری صاحب ہم پر اعتراض کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ ''تضعیف کا جو جواب دیا ہے وہ لچر پوچ ہے،''لیکن یہاں پر اثری صاحب خود تصحیح

کا جو جواب دیا وہ لچر پوچ ہے۔ان دونوں راویوں کا تذکرہ **سیر أعلام النبلاء للذھبی** میں موجود ہے۔غیر سلفی علماء کی کتابوں کے پڑھنے کی عادت نہ ہوتو کم ازکم سلفی علماء کی کتابوں کے مطالعہ کی عادت ڈالتے ،تواس طرح کا لچر پوچ اعتراض نہ کرتے۔شیخ ناصرالدین البانیؒ نے شیخ ابوطاہر فقیہؒ اور شیخ ابوعثمان بصریؒ کی سند کو **إسناده جید** لکھا ہے۔

(سلسلة الأحاديث الضعيفة ١١/٧٨٧)

اورحدیث نمبر۴۰ کو صاحب **تحفة الأحوذی** نے امام نوویؒ وغیرہ کی تصحیح نقل کر کے ردکرنے کوشش کی ہے،اورلکھا ہے کہ امام بیہقیؒ کے شیخ ابوعبداللہ فنجو یہ دینوریؒ کا حال معلوم نہیں ہے،ا ورچیلنج کیا ہے کہ ابوعبداللہ فنجو یہ دینوریؒ کوثقہ ثابت کریں۔شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ نے ابوعبداللہ فنجو یہ دینوریؒ کا (ثقہ یا غیر ثقہ ہونے کا) حال معلوم نہ ہونے کی وجہ سے روایت کوضعیف کرنے کوشش کی ہے،لیکن حقیقت حال اس کے برخلاف ہے۔یہ روایت صرف اسی ایک سند کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ ابوعبداللہ فنجو یہ دینوریؒ کے واسطہ کے بغیر بھی یہ روایت موجود ہے۔

١)**مسند ابن الجعد** میں **أخبرنا ابن أبی ذئب، عن یزید بن خصیفة، عن السائب بن یزید** کی سند سے روایت موجود ہے۔اوراس کے تینوں رجال بخاری ومسلم کے رجال ہیں۔اوراس کی سند بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

٢)**الصیام للفریابی** میں **حدثنا تمیم بن المنتصر أخبرنا یزیدبن ھارون،حدثنا ابن أبی ذئب، عن یزید بن خصیفة، عن السائب بن یزید** کے طرق سے مروی ہے۔اوراس کی بھی سند صحیح ہے۔

اب قارئین کرام خود فیصلہ کریں کے صاحب تحفۃ الأ حوذی کی زبردستی ہے یا کم علمی۔کسی کی تقلید نہ کرنے سے یہی حال ہوتا ہے۔

اثری صاحب ! آپ نے ہماری عمر کا کیا اندازہ لگایا ہے معلوم نہیں، اور آپ کی عمر کتنی ہے ہمیں بھی معلوم نہیں۔ اگر آپ ہم سے چھوٹے ہیں تو ہماری عمر کا مذاق کرتے وقت اپنے والدین کی عمر کا خیال کرتے۔ خیر آپ صحابہ کا ادب نہیں کرتے، تابعین اور تبع تابعین کا ادب نہیں کرتے، ائمہ مجتہدین کا ادب نہیں کرتے، علماء امت کا ادب نہیں کرتے تو ہماری بے ادبی کا کوئی شکوہ نہیں ہے۔ اگر آپ ہم سے بڑے ہیں تو ہمارے ساتھ ساتھ اپنی قبر کی بھی فکر کیجئے۔ رہا قلم کو سنبھال کر چلانے کا مشورہ، عرض ہے کہ آپ کو قلم سنبھال کر چلانے کی بہت ہی سخت ضرورت ہے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔ ''(۱) اس کتاب کے ذریعہ تراویح کے بارے میں لوگوں کو گمراہ کرنے کی حرام کوشش کی گئی ہے، (۲) قاسمی صاحب کی گمراہیوں اور غلط بیانیوں سے بچ سکیں، (۳) ان دونوں روایتوں سے بھی بیس رکعت والی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کا باطل اور من گھڑت ہونا واضح ہے، (۴) عذاب الٰہی سے بے خوف ہو کر اور امانت و دیانت کا خون کر کے کس طرح عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ (۵) ورنہ مرنے کے بعد سنت نبویہ کو مٹانے کا ثواب پانے کے لئے تیار رہیں۔ (۶) کسی چیز کے عہد عمر رضی اللہ عنہ میں پائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عمر رضی اللہ عنہ اس سے باخبر تھے، (۷) یہاں بھی قاسمی صاحب نے اپنی پچھلی اصطلاح **أسناده مرسل قوی** (اس کی اسناد مرسل قوی ہے) کے ذریعہ تلبیس کاری کی ہے، (۸) اس میں قاسمی صاحب کی تدلیس و تلبیس ہے، (۹) کسی بھی صحابی کا بیس رکعت تراویح پڑھنا ثابت نہیں ہے، اسکی تفصیل گزر چکی ہے، اور یہ بسند صحیح گزر چکا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داری رضی اللہ عنہ کو گیارہ رکعت تراویح کی نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ پھر بیس رکعت پر اجماع صحابہ کیسا؟ خیالی اجماع؟ (۱۰) قاسمی صاحب نے تلبیس و تضلیل سے کام لیکر بیس رکعت تراویح کو سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا ہے بلکہ اس پر اجماع کا جھوٹا دعویٰ بھی کیا ہے۔''

رہا عزت کا خیال رکھنے کی دھمکی، عرض ہے کہ آپ کی اور ہماری عزت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ باطل کے دھمکانے سے اہل اسلام اگر ڈرتے تو دین باقی نہ رہتا۔

۴) اثری صاحب ص ۵۰ پر لکھتے ہیں۔

﴿قاسمی صاحب نے اس اثر میں ''عشرین رکعة'' کا ترجمہ ''بیس (۲۰) رکعات تراویح'' کیا ہے۔ حالانکہ اس میں ''تراویح'' کا لفظ نہیں ہے بلکہ شروع میں ''کنانقوم'' ہے جس کا معنی (ہم قیام کرتے تھے) ہے۔ لہذا یہاں قیام اللیل مراد ہے اور وہی تراویح بھی ہے، لیکن چونکہ قاسمی صاحب کے نزدیک تراویح، قیام اللیل (تہجد) سے الگ ہے اس لئے یہاں ان کا ''بیس (۲۰) رکعات تراویح'' کہنا صحیح نہیں ہے، الّا یہ کہ ثابت ہوجائے کہ وہ لوگ یا تو تہجد پڑھتے نہیں تھے یا تراویح کے علاوہ اتنی رکعت تہجد پڑھتے تھے۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۴۲﴾

۴) کنانقوم کا ترجمہ امام نوویؒ، علامہ شمس الدین کرمانیؒ، علامہ عینیؒ اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ جیسے عربی دانوں سے (سیکھئے)۔ المراد بقیام رمضان صلاة التراویح/اتفقوا علی أن المرادبقیام رمضان صلاة التراویح یعنی قام رمضان کے معنیٰ تراویح پڑھنے کے ہیں۔ (شرح مسلم للنووی ۳/۱۰۱، شرح البخاری للکرمانی ۹/۱۵۲، عمدة القاری ۷/۱۵۰، وفتح الباری ۴/۲۵۱)

اثری صاحب! بغیر علم کے دوسروں پر اعتراض کرکے اپنی بے عزتی مت کیجئے۔ اپنے قلم کو صحیح علم کے بعد سنبھال کر چلائیں۔

۵) اثری صاحب ص ۵۰ مزید لکھا ہے۔

﴿اگر یہ اثر ثابت ہوجائے تو بیس رکعت تراویح کے عملِ صحابہ کو عملِ صحابہ ہی کہا جائیگا اور اسے ''سنت نبویہ'' علیہ وسلم کہکر لوگوں کو دھوکہ نہیں دیا جائیگا۔﴾

۵) یہی آپ کی بیماری ہے کہ بیس (۲۰) رکعات تراویح کو کبھی عمل صحابہ مانتے ہیں اور کبھی نہیں مانتے۔ اگر آپ بیس رکعات کو تراویح کو عمل صحابہ مان لیں تو اہل سنت والجماعت سے آپ کا اختلاف ختم ہو جائے گا۔ ہم اس سے پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ عمل صحابہ عکس (copy) ہے سنت نبوی ﷺ کا۔

دسویں دلیل

﴿حدیث یحییٰ بن سعید عن عمر بن الخطاب﴾

﴿۴۲ حدیث﴾ **عَن يَحْيَى بْنِ سَعِيْد: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَمَرَ رَجُلاً يُصَلِّى بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً.** رواه أبو بكر بن أبى شيبة فى "مصنفه" وإسناده مرسل قوى. ﴿إعلاء السنن، باب التراويح، وبذل المجهود، باب فى قيام شهر رمضان﴾

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن سعید انصاریؒ (تابعی) سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھائیں۔

اثری صاحب ص ۵۱ پر لکھتے ہیں۔ جائزہ

۱) ﴿اس اثر کی سند منقطع ہے کیونکہ یحییٰ بن سعید انصاری کا انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کسی صحابی سے سننا معلوم نہیں ہے، علی بن المدینی نے "العلل" میں کہا ہے: "**لاأعلمهُ سمِعَ مِنْ صحابِيٍ غيرَأنس**" (مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے انس کے علاوہ کسی صحابی سے سنا ہے)۔ بلکہ ظاہر یہ ہے کہ یحییٰ بن سعید انصاری نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا ہے جیسا کہ نیموی رحمہ اللہ نے "آثار السنن" میں کہا ہے: "**رجاله ثقات لكن يحيى بن**

سعید الأنصاری لم یدرک عمر رضی اللہ عنہ ''(اس کے رواۃ ثقہ ہیں لیکن یحییٰ بن سعید انصاری نے عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا ہے)۔اور مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری نے ''تحفۃ الأحوذی ''میں کہا ہے:''الأمر کما قال النیموی فھذا الأثر منقطع لا یصلح للاحتجاج ''(معاملہ ویسا ہی ہے جیسا کہ نیموی نے کہا ہے لہذا یہ اثر منقطع ہے قابل حجت نہیں ہے)۔﴾

۲) ﴿ قاسمی صاحب کا اس کی سند کے بارے میں ''مرسل قوی'' کہنا محض فریب ہے کیونکہ یہ مرسل بمعنیٰ منقطع ہے اور معلوم ہے کہ منقطع ضعیف کی قسموں میں سے ہے جس سے حجت نہیں پکڑی جاتی۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۴۴﴾

۲/۱) جب ہم نے مرسل لکھا ہے، تو پھر اثری صاحب کا مرسل ثابت کرنے کے لئے طویل بحث کرنا بے مطلب ہے۔اور اثری صاحب کا مرسل قوی لکھنے کو فریب کہنا کم علمی اور فریب پر مبنی ہے۔اسلئے کہ منقطع حدیث کے متعلق اس سے پہلے لکھا جا چکا ہے کہ منقطع حدیث اہل سنت والجماعت کے نزدیک قابل حجت ہے۔سلفی علماء بھی حسب ضرورت منقطع حدیث کو قابل حجت مانتے ہیں۔

تحقیق الألبانی: وھذا إسناد رجالہ کلھم ثقات رجالہ البخاری لکنہ منقطع.

(صحیح أبی داود، حدیث ۶۴۷)

اثری صاحب ! منقطع حدیث ضعیف کی قسم ہوتی، تو البانی صاحب اس حدیث کو حدیث صحیح کہہ کر **صحیح أبی داود** میں کیوں نقل کرتے۔اور حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن عذریؒ (تابعی) کی حدیث **یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتأویل الجاھلین** کی تخریج کرتے ہوئے

البانی صاحب مشکوٰۃ المصابیح ۲۴۸ میں صحیح کہا ہے۔ اور یہ روایت مرسل ہے، علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال (۱/۴۵) میں تحریر فرماتے ہیں ابراھیم بن عبد الرحمٰن العذری تابعی مقل . اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ الإصابه (۱/۲۲۵) میں بھی ابراہیم بن عبدالرحمٰن عذری کو تابعی لکھا ہے۔ اگر مرسل روایت ضعیف ہوتی تو البانی صاحب اسکو کیوں صحیح کہتے۔

دوسروں کو حدیث کا درس دینے سے پہلے، کم ازکم اپنے علماء کی کتابوں کا مطالعہ کرتے۔ لہذا اثری صاحب کے ضعیف کہنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

۳) اثری صاحب ص ۵۲ پر مزید لکھا ہے۔

﴿اس ضعیف روایت میں ''رَجُلاً'' (آدمی) مبہم ہے اور رکعت تراویح کی تعداد بیس ہے جبکہ پچھے ''موطأ'' کے حوالہ سے بسند صحیح گزر چکا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو لوگوں کو گیارہ رکعت کے ذریعہ قیام اللیل کی نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ اس صحیح روایت بھی زیر بحث روایت کی تضعیف وتردید ہوتی ہے۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۴۵﴾

۳) اثری صاحب نے امــــر رجلاً میں رجلاً کو مبہم کہہ کر اس حدیث کو مزید ضعیف کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک رجل یعنی آدمی مجھول نہیں تھے بلکہ معروف تھے۔ اسلئے کہ صحیح حدیثوں میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تراویح پڑھانے کا حکم دینا اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھانا مذکور ہے۔ امام ابوبکر ابن ابوشیبہؒ اپنی مصنف (۷۷۸۸) میں روایت کیا ہے۔ حدثنا وكيع، قال: حدثنا هشام بن عروة، عن أبيه: أن عمر بن الخطاب أمر أبيا أن يصلي بالناس في شهر رمضان. (مصنف ابن أبي شيبة ۷۷۸۸، إسناده صحيح على شرط

الشيخين)

وفي رواية:أن عمر بن الخطاب أمر أبی بن كعب أن يصلی بالرجال فی شهر رمضان. (إسناده صحيح،الصيام للفريابی مخرج ١٧٣) اوراثری صاحب نے موطاً کی جس حدیث کا حوالہ دے کر پھرایک باراس حدیث کوضعیف کرنے کی کوشش کی ہے۔سراسر غلط ہے،اسلئے کہ اس حدیث میں امر رجلاً یعنی ایک آدمی ہےاوراثری صاحب کی ذکرکردہ حدیث میں ابی بن کعب اورتمیم داری دوآدمی مذکور ہیں۔اثری صاحب اب تواللہ کےواسطہ حدیثوں کوضعیف کرنے کی فیکٹری بند کردیجئے۔

۴) اثری صاحب ص۵۲ میں مزیدلکھا ہے۔

﴿ قاسمی صاحب کے نزدیک تراویح اورتہجدالگ الگ نماز ہے۔اس روایت میں صرف بیس رکعت کا ذکر ہے،اس کے ساتھ تراویح یاتہجد کالفظ استعمال نہیں ہواہے، پھربھی موصوف نے بیس رکعت کےساتھ تراویح کالفظ بڑھادیاہے۔کیااس اضافہ پران کے پاس کوئی دلیل ہے؟اگرہےتواسے خزانہ میں بندکرکے رکھنے سے کیافائدہ؟اوراگرنہیں ہے تواس کامطلب یہ ہے کہ انہوں نے بیس رکعت تراویح کی عینک لگاکراس روایت کودیکھا ہے۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۴٦﴾

۴) اثری صاحب نے تہجد کاعینک لگاکربیس رکعات تہجد کے قائل ہوگئے ہیں تو اللہ کا شکر ہے۔نکلے تھے تو بیس رکعات کے خلاف کتاب لکھنے، چلتے چلتے بیس رکعات کوتسلیم کرتے گئے۔تہجد ہی کی نیت بیس رکعات پڑھنا شروع کیجئے۔تراویح مراد لینے کی دلیل ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کوتراویح ہی پڑھانے کاحکم دیا تھا۔

۵) اثری صاحب ص ۵۳ پر لکھا ہے۔

﴿اگر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یا کوئی اور صحابی کسی ایسے امر کا حکم دیں جس پر قرآن وسنت یا اجماع سے دلیل قائم نہیں ہے، تو کیا وہ امر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حکم دینے سے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بن جاتا ہے جس کے خلاف سنت پر عمل برداشت نہیں کیا جا سکتا ؟ اور اگر کوئی اس سنتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی بات کرے تو اسکے خلاف کتاب لکھنی ضروری ہے؟ جیسا کہ قاسمی صاحب نے کیا ہے۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۴۷﴾

۵) اثری صاحب یہاں اصل نقطہ پر پہنچ گئے۔حدود شیعیت میں داخل ہوگئے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور صحابہ پر ایسے امر کا حکم دینے کا الزام لگایا جس پر قرآن وسنت اور اجماع سے دلیل قائم نہیں ہے، اور سوال کر بیٹھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم سنت رسول بن جاتا ہے؟

اثری صاحب ! اہل سنت والجماعت کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وعمل کلام اللہ کی تفسیر وتشریح ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول وعمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل کی تشریح وتوضیح ہے۔ یہود ونصاریٰ ودشمنان اسلام کی ہمیشہ کوشش یہ رہی ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے صحابہ وتابعین کی عظمت ختم کردی جائے، تو خود بخود اللہ ورسول کی عظمت ختم ہو جائے گی۔ آپ نے گزشتہ صفحات میں کئی مرتبہ بیس رکعات کے عمل کو عمل صحابہ تسلیم کیا ہے۔ہم پھر ایک بار آپ کو یاد دلاتے ہیں کہ عمل صحابہ سنت رسول ہی کی نقل ہے۔اسی لئے ہزاروں علماء امت نے بیس رکعات تراویح کو سنت قرار دیا ہے۔ بخاری، مسلم، ترمذی ودیگر حدیث کی کتابوں کی تدوین سے پہلے ہی سے بیس رکعات پر عمل جاری ہے۔

اثری صاحب ! فاروق اعظم، خلیفہ دوم، جانشین صدیق، باطل کے دشمن، سیدنا حضرت

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حکم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف حکم دینے والا سمجھنا اور کہنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کو خلاف سنت سمجھنے کے فکر کو ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اثری صاحب کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گیارہ رکعات کے سنت ہونے کا علم نہیں تھا اور وہ خلاف سنت عمل کرتے تھے۔ صرف اثری صاحب اور انکے ہم نوا، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھا اور اس پر عمل کرنے والے ہیں۔ اسی فکر باطل کی تردید کے لئے کتاب لکھی گئی ہے۔

گیارہویں دلیل

﴿حدیث عبدالعزیز بن رفیع﴾

﴿۴۳ حدیث﴾ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ، قَالَ: كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّي بِا لنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالْمَدِيْنَةِ، عِشْرِيْنَ رَكْعَةً، وَيُوتِرُ بِثَلاثٍ. أخرجه أبو بكر بن أبى شيبة فى ”مصنفه“ وإسناده مرسل قوى. ﴿إعلاء السنن، باب التراويح﴾

ترجمہ: حضرت عبدالعزیز بن رفیعؒ (تابعی) فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر مدینہ منورہ میں پڑھاتے تھے۔

اثری صاحب ص ۵۴ پر لکھتے ہیں۔ جائزہ

۱) ﴿یہ اثر بھی ضعیف ہے کیونکہ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی وفات زیادہ سے زیادہ ایک قول کے مطابق پینتیس (۳۵) ہجری میں ہوئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے قبل انیس (۱۹) ہجری میں یا اس کے بعد ہوئی ہے، اور عبدالعزیز بن رفیع کی وفات ایک سوتیس (۱۳۰) ہجری میں نوے (۹۰) سال سے کچھ زیادہ عمر میں ہوئی ہے، اس حساب سے ان کا سنہ پیدائش چالیس (۴۰) ہجری کے آس پاس ہے۔ لہذا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی وفات اور عبدالعزیز بن رفیع کی

پیدائش کے درمیان کئی سال کا فرق ہے۔مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری رحمہ اللہ ''تحفة الأحوذی ''(۴۴۵/۳)میں فرماتے ہیں:''قال النیموی:عبدالعزیز بن رفیع لم یدرک أبی بن کعب انتھی قلت:الأمر کماقال النیموی،فأثر أبی بن کعب ھذامنقطع ''۔(نیموی نے کہا ہے:عبدالعزیز بن رفیع نے اُبی بن کعب کو نہیں پایا ہے، میں کہتا ہوں:بات وہی ہے جو نیموی نے کہی ہے،اس لئے ابی بن کعب کا یہ اثر منقطع ہے)۔اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے ''صلاۃ التراویح (ص۷۸)'' میں اس اثر کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے:''.....لکنہ منقطع بین عبد العزیز ھذا و أبیّ،فان بین وفاتیھمانحو مائة سنة أو أکثر''. (.........لیکن یہ عبدالعزیز اورابی کے درمیان منقطع ہے کیونکہ ان دونوں کی وفاتوں کے درمیان تقریباً ایک سو سال یازیادہ کا فاصلہ ہے)۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۴۸﴾

۱) اثری صاحب کی زبان اور قلم لفظ ضعیف سے اتنے مانوس ہوگئے ہیں کہ بلاارادہ بھی لفظ ضعیف صادر ہو جاتا ہے۔ہر مضمون کی ابتداء لفظ ضعیف سے کرتے ہیں۔۱)اس حدیث کی سند سخت ضعیف ہے۔۲)اس اثر کی سند ضعیف ہے۔۳)اس کی سند انتہائی ضعیف ہے۔۴)یزید بن رومان کا یہ اثر ضعیف ومنکر ہے۔اس طرح پوری کتاب میں بار بار لکھا ہے۔غالباً حدیث کو ضعیف لکھنے میں انکو لطف آتا ہوگا۔

یہاں بھی انہوں نے بلاضرورت ضعیف لکھ کر ایک صفحہ سیاہ کیا ہے۔حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ اس کی سند منقطع ہے،اور ہم نے اسنادہ مرسل قوی لکھا بھی ہے۔اثری صاحب نے یہاں شیخ ناصرالدین البانیؒ کی ادھوری عبارت نقل کر کے لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔پوری عبارت یہ ہے۔رواہ ابن أبی شیبة فی المصنف بسندصحیح إلی عبدالعزیزبن

رفیع ولکنہ منقطع الخ. (یعنی ابن ابی شیبہؒ نے عبدلعزیز بن رفیعؒ تک بسند صحیح روایت کیا ہے مگر عبدالعزیز بن رفیعؒ اورابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے)۔شیخ ناصرالدین البانی نے حدیث منقطع کومتعددجگہ صحیح لکھا ہے۔جیسا کہ پہلے گزرچکا ہے۔جمہورمحدثین نے حدیث منقطع کوصحیح لکھاہے،جس کی تفصیل جائزہ پر جائزہ نمبر۵۰ پرآرہی ہے۔اثری صاحب شیخ ناصرالدین البانی سے ایک قدم آگے بڑھ گئے۔

۲) اثری صاحب ص۵۵ پرلکھاہے۔

﴿اس اثر میں بھی ''عشرین رکعة'' (بیس رکعت) کالفظ ہےجس کا ترجمہ قاسمی صاحب نے ''بیس رکعات تراویح'' سے کیا ہے،یعنی''بیس رکعات'' کے بعد''تراویح'' کا لفظ بڑھادیاہے،حالانکہ قاسمی صاحب کے نزدیک تہجداورتراویح دونوں الگ الگ نمازیں ہیں۔اس لئے ان کے مذہب کے مطابق اس میں تہجداورتراویح دونوں کااحتمال ہے اور جب تک کوئی ایسی دلیل نہیں ملتی جس سے یہ ثابت ہوکہ اس اثر میں تہجدمراد ہے یاتراویح، اس وقت تک اس سے بیس رکعت تراویح پراستدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔مشہورفقہی قاعدہ ہے:''إذاجاء الإحتمال بطل الإستدلال''۔(جب احتمال آجاتاہےتواستدلال باطل ہوجاتاہے)۔اگرموصوف یہ کہیں کہ جماعت سے پڑھناتراویح کاقرینہ ہےتواس کاجواب یہ ہے کہ کیاتہجدکی نماز جماعت سے پڑھناممنوع یامکروہ ہے؟قطعاً نہیں۔نیز اس اثر کے آخرمیں تین رکعت وترپڑھنے کاذکرہے جواس بات کاقرینہ ہے کہ یہ تہجدکی نمازتھی جس کے بعدتین رکعت وترپڑھتے تھے کیونکہ وترکورات کی آخری نمازبنانامستحب ہے۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۴۹﴾

۲) عشرین رکعة کاترجمہ بیس رکعات تراویح کرنے پراثری صاحب کوبہت ہی تکلیف ہوتی ہے۔اوربارباراپنے اعتراض کودھراتے رہتے ہیں،اورہم اس کاجواب بھی

دیتے آرہے ہیں۔لیکن یہاں اثری صاحب نے ایک نیاانکشاف کیا ہے کہ بیس رکعات تراویح نہیں ہے، بلکہ تہجد ہے اورتین رکعات وترکواس کا قرینہ لکھا ہے۔اللہ کاشکر ہے کہ اثری صاحب بیس(۲۰) کاانکارکرتے کرتے اب بیس(۲۰) رکعات تہجد پرپہنچ گئے ہیں۔ اثری صاحب سے درخواست ہے کہ کسی بھی نیت سے تئیس(۲۳) رکعات پڑھلیں۔تین رکعات وترپڑھنا قرینہ ہے تراویح کا، نہ کہ تہجد کا۔اسلئے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تہجد دس اورایک،آٹھ اورپانچ رکعتیں پڑھتے تھے۔تین رکعات وترکوتہجد کا قرینہ کہنااثری صاحب کا خانہ سازہے۔ایسا لگتاہے کہ اثری صاحب یہاں پھسل گئے ہیں۔

۳) اثری صاحب ص۵۵ پرمزید لکھاہے۔

﴿یہاں بھی قاسمی صاحب نے اپنی پچھلی اصطلاح ''**إسنادہ مرسل قوی**''(اس کی اسنادمرسل قوی ہے) کے ذریعہ تلبیس کاری کی ہے کیونکہ یہاں بھی مرسل بمعنی منقطع ہے جوضعیف کی قسموں میں سے ہے۔واللہ اعلم۔﴾

جائزہ پرجائزہ﴿۵۰﴾

۳)**مرسل قوی** لکھ کرقاسمی صاحب نےکوئی تلبیس کاری نہیں کی ہے، بلکہ مرسل قوی کی اصطلاح کاانکارکرکےاثری صاحب نے تلبیس کاری اورسینہ زوری کی ہے۔فن حدیث سے نابلدہونے کے باوجودحدیث دانی اتنابڑادعوی کہ لکھتے ہیں۔''یہاں بھی مرسل بمعنی منقطع ہے جوضعیف کی قسموں میں سے ہے۔'' جب کہ کبارمحدثین نے مرسل حدیث کومرسل صحیح،مرسل حسن،مرسل قوی لکھاہے۔ **مرسل قوی** لکھنے پراثری صاحب کااعتراض جہالت پرمبنی ہے۔مرسل قوی،مرسل صحیح،مرسل حسن کی اصطلاح کن کن محدثین نے استعمال کیاہے،اس کی فہرست بہت ہی لمبی ہے،ہم صرف چندمحدثین کا ذکرمع حوالہ کتب یہاں پردرج کرتے ہیں،تاکہ عوام الناس کومعلوم ہوکہ **مرسل قوی** کی اصطلاح تلبیس کاری پرمبنی

ہے، یا اثری صاحب کی کم علمی اور اصطلاح حدیث سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔

۱) قال الإمام الحاکم: مرسل صحیح.(مستدرک ۶۲۴)

۲)قال الامام البیھقی:وھو مرسل صحیح(السنن الکبری ۱۷۲۷)

۳) قال العلامۃ العراقی: وھو مرسل صحیح الإسناد(تخریج أحادیث الإحیاء۲/۱۹۱)

۴) قال العلامۃ الذھبی: مرسل قوی.(تلخیص علی المستدرک ۴۷۴۹،تنقیح التحقیق،باب الفطر،سیر أعلام النبلاء۵/۱۲۳)

۵) قال ابن حجر العسقلانی: ھذا مرسل قوی.(المطالب العالیۃ ۷۸۷، فتح الباری۷/۳۷۲،تلخیص الحبیر،۳/۲۴،الدرایۃ،باب الأذان، بلوغ المرام۷۴۱۱،النکت علی کتاب ابن الصلاح ۱/۴۷۰)

۶) قال العلامۃ الھیثمی: وھو مرسل صحیح.(مجمع الزوائد ۳۴۵۸، ۱۴۸۳۴، ۱۷۷۵۱)

۷) قال العلامۃ الزیلعی: وھو مرسل صحیح.

(تخیریج أحادیث الکشاف ۲/۳۲)

۸) قال العلامۃ المناوی: مرسل حسن.(فیض القدیر ۵/۴۶)

۹) قال العلامۃ النیموی: إسنادہ مرسل قوی.(آثار السنن ۲/۵۵)

۱۰) قال الشیخ الألبانی:وھذا مرسل قوی.(السلسلۃ الصحیحۃ۶۳۳)

اثری صاحب! حدیث کا علم نہ ہونے کے باوجود حدیث کو ضعیف لکھنے کی جو جسارت آپ نے کی ہے اس پر توبہ کیجئے ،اور اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کا استحضار کیجئے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت سخت ہے۔اللہ سب کی حفاظت فرمائے۔

بارھویں دلیل

﴿حدیث السائب بن یزید﴾

﴿۴۴حدیث﴾ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهما قَالَ: كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً ، وَعَلَى عَهْدِ عُثْمَانَ رضي الله عنه وَعَلِى رضي الله عنه مِثْلَهُ.

رَواه الْبَيهَقِى بِإسْنَادٍ صَحِيْح. ﴿فتح الملهم للشيخ شبير أحمد العثمانی،باب بيان عدد ركعات التراويح،وأوجز المسالک للشيخ محمدزكريا الكاندهلوی، باب ما جاء فی قيام شهر رمضان﴾

ترجمہ: امام بیہقیؒ نے بسند صحیح حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے اور حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی اسی طرح پڑھتے تھے۔

اثری صاحب ص ۵۷ پر لکھتے ہیں۔ جائزہ

۱) ﴿قاسمی صاحب نے اس دلیل کو بیہقی رحمہ اللہ کے حوالہ سے ذکر کرنے کے بعد جن دو کتابوں کے نام مع مؤلفین ذکر کئے ہیں دراصل قاسمی صاحب نے انھیں اپنی عزت بچانے کے لئے استعمال کیا ہے، کیونکہ شاید انھیں معلوم ہے کہ اگر انہوں نے صرف بیہقی رحمہ اللہ کے حوالہ سے اس روایت کا ذکر کیا تو ان کی عزت چلی جائیگی، یا پھر انھیں اس روایت کو دلیل بنانے سے ہاتھ دھونا پڑیگا، اوراس طرح ان کی ایک دلیل کم ہو جائیگی، کیونکہ اگر بیہقی کے سارے نسخوں کو بھی جمع کر کے اس دلیل کو ڈھونڈیں گے تو بھی سوائے مایوسی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ ہاں اگر موصوف کے مکتبة الأوهام والخيالات میں بیہقی رحمہ اللہ کا کوئی

خاص نسخہ ہو جس میں ان الفاظ کے ساتھ یہ دلیل موجود ہو تو ہمارے لئے سوائے سرِ تسلیم خم کرنے کے کوئی چارہ نہیں۔ ﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۵۱﴾

۱) اثری صاحب نے یہاں جس فاتحانہ انداز سے ہماری عبارت کا جائزہ لیا ہے، یہ ان کی کم علمی اور غرور پر دلالت کرتا ہے۔ اسلئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیس رکعات پڑھنے کی روایت سنن بیہقی میں موجود ہے۔ اور یہ روایت جس میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں بیس رکعات پڑھنے کا تذکرہ ہے، اس روایت کو شارح بخاری علامہ بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ)
عمدۃ القاری میں نقل کیا ہے۔

واحتج أصحابنا والشافعية والحنابلة بما رواه البيهقى بإسناد صحيح عن السائب بن يزيد الصحابى قال كانوا يقومون على عهد عمر رضى الله تعالى عنه بعشرين ركعة وعلى عهد عثمان و على رضى الله تعالى عنهما مثله. ﴿عمدة القارى ۸/۴۸۵﴾

اثری صاحب! آپ کے یا آپ کے علماء کے مطالعہ میں یہ حدیث نہیں گزری ہے تو شارح بخاری علامہ بدرالدین عینیؒ و دیگر علماء کے مطالعہ سے گزری ہے۔ امام بیہقیؒ کی بہت سی کتب ہیں، کسی ایک کتاب میں یہ حدیث دیکھی ہوگی۔

اثری صاحب کا یہ اعتراض کہ ہم نے اپنی عزت بچانے کے لئے **فتح الملهم** از مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور اوجز المسالک از شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ کا حوالہ دیا ہے۔ یہ انکی کوہ تابینی اور تعصب پر مبنی اعتراض ہے۔ اس لئے کہ اثری صاحب نے ص ۴۹ میں سنن سعید بن منصور کے حوالہ کے بجائے علامہ سیوطیؒ، شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ،

اور ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمی کا حوالہ اپنی عزت بچانے کے لئے دیا ہے؟ یا یہ حدیث سنن سعید بن منصور میں ان کو نہیں ملی؟ یا اپنے **مکتبة الاوهام و الخيالات** سے نقل کیا ہے۔ سنن سعید ابن منصور کے کس نسخہ میں یہ حدیث ہے حوالہ دیکر مطلع فرمائیں۔ ہم بیہقی کا حوالہ دیں تو گناہ، آپ سنن سعید ابن منصور کی حدیث کو المصابیح اور المنۃ الکبری کے حوالہ سے نقل کریں تو صحیح۔

۲) اثری صاحب ص ۵۷ پر مزید لکھتے ہیں۔

﴿ موصوف کی یہ دلیل کوئی نئی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ وہی ہے جس کو وہ ص (۳۹) میں حدیث نمبر (۴۰) کے تحت ذکر کر چکے ہیں، مگر انہوں نے دیکھا کہ بعض کتابوں میں یہ حدیث آخر کی تبدیلی کے ساتھ مذکور ہے، اس لئے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے دلائل میں ایک دلیل کا اضافہ کر ڈالا، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ بیہقی میں موجود ہی نہیں ہے۔ نیموی نے ''**تعليق آثار السنن**'' میں کہا ہے: ''**لايخفى عليك أن ما رواه السائب من حديث عشرين ركعة قدذكره بعض أهل العلم بلفظ: أنهم كانوا يقومون على عهد عمر بعشرين ركعة، وعلى عهدعثمان وعلى مثله" وعزاه إلى البيهقي فقوله: وعلى عهد عثمان وعلى مثله قول مدرج لايوجد في تصانيف البيهقي.**

ترجمہ: تم پر یہ مخفی نہیں ہے کہ بیس رکعت والی حدیث جس کو سائب نے روایت کیا ہے اسے بعض اہل علم نے اس لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے: ''لوگ عمر کے زمانہ میں بیس رکعت کے ذریعہ قیام کرتے تھے اور عثمان کے زمانہ میں اور اسی طرح علی کے زمانہ میں'' اور انھوں نے اسے بیہقی سے منسوب کیا ہے تو ان کا یہ کہنا ''اور عثمان کے زمانہ میں اور اسی طرح علی کے زمانہ میں'' مدرج قول ہے جو بیہقی کی تصانیف میں موجود نہیں ہے) مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری

نے نیموی کا کلام ذکر کرنے کے بعد کہا ہے: ''الأمر کما قال النیموی ''(حقیقت وہی ہے جو نیموی نے بتائی ہے)﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۵۲﴾

۲) اثری صاحب کے اس اشکال کا اکثر جواب ہم جائزہ پر جائزہ نمبر (۵۱) میں دے چکے ہیں۔ یہاں علامہ نیمویؒ کی عبارت کے متعلق عرض کرنا ہے کہ علامہ نیمویؒ عہد عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق خود روایت نقل فرمایا ہے۔ پھر یہاں ان کا انکار کرنا ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بیس رکعات کی روایت سنن بیہقی میں دوسرے راوی سے مروی ہے۔

(۱) عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیدَ رَضِیَ اللّٰہ عَنْھُمَا قَالَ: کَانُوا یَقُومُونَ عَلَی عَھْدِ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ فِی شَھْرِ رَمَضَانَ، بِعِشْرِیْنَ رَکْعَةً، قَالَ: وَکَانُوا یَقْرَؤُنَ بِالْمِئِینَ وَکَانُوا یَتَوَکَّئُونَ عَلَی عِصِیِّھِم فِی عَھْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّان رضی اللہ عنہ مِنْ شِدَّةِ الْقِیَامِ. ﴿سنن بیھقی، حدیث ۴۸۰۱﴾

(۲) عَنْ أَبِی عَبْدِالرَّحْمٰن السلمی، عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: دَعَا الْقُرَّاء فِی رَمَضَانَ فَأَمَرَمِنْھُمْ رَجُلاً یُصَلِّی بِالنَّاسِ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً، قَالَ: وَکَانَ عَلِی رضی اللہ عنہ یُوتِرُبِھِمْ. ﴿سنن بیھقی، حدیث ۴۸۰۴﴾

اثری کا یہ دعوی کے بیہقیؒ کے کسی کتاب میں یہ حدیث نہیں ہے، علامہ بدالدین عینیؒ کے مقابلہ میں ہمیں قبول نہیں ہے۔

اگر بیہقی کی روایت کو فتح الملھم اور اوجز المسالک سے نقل کرنا غلط ہے تو اثری صاحب کا سنن سعید بن منصور کی روایت کو المصابیح اور المنة الکبری سے نقل کرنا بھی غلط ہے۔ اثری صاحب یہ روایت ص۳۲ میں نقل کی ہے۔

۳) اثری صاحب ص ۵۸ پر لکھتے ہیں۔

﴿یہاں بھی قاسمی صاحب نے ''عشرین رکعة'' کا ترجمہ ''بیس رکعات تراویح'' سے کیا ہے، معلوم نہیں انھوں نے ''تراویح'' کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے، اگر انھوں نے ''یقومون'' سے تراویح سمجھی ہے تو یہ سمجھنا موصوف کے مذہب کے مطابق صحیح نہیں ہے، کیونکہ موصوف کے نزدیک تہجد اور تراویح الگ الگ نمازیں ہیں، لہذا قیام اللیل سے مراد تہجد تو ہو سکتی ہے تراویح نہیں، اس لئے موصوف کو اس دلیل سے بیس رکعت تہجد پر استدلال کرنا چاہئے نہ کہ بیس رکعت تراویح پر، خصوصاً جبکہ اس روایت میں رمضان کا بھی ذکر نہیں ہے جس میں تراویح پڑھی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۵۳﴾

۳) یہاں بھی اثری صاحب کو عشـــریـــن رکعة کا ترجمہ بیس رکعات تراویح کرنے پر تکلیف شروع ہوگئی۔ پہلے تہجد بھی گیارہ (۱۱) رکعات سے زیادہ نہیں مانتے تھے، اور بیس (۲۰) رکعات کو خلاف سنت کہتے تھے۔ الحمدللہ اب بیس (۲۰) رکعات تہجد کے قائل ہو گئے ہیں۔ انشاء اللہ بیس (۲۰) رکعات تراویح کے بھی قائل ہو جائیں گے۔ بیس رکعات تراویح ترجمہ کرنے کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔ جمہور محدثین نے یہاں پر تراویح ہی مراد لیا ہے۔ اور آپ کا دل بھی یہاں تراویح ہی مراد لیتا ہے۔

تیرہویں دلیل

﴿حديث أبى عبدالرحمٰن السلمى، عن على رضي الله عنه﴾

﴿۵۴ حدیث﴾ عَنْ أبِى عَبْدِالرَّحْمٰن السلمى، عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه قَالَ: دَعَا الْقُرَّاء

فِی رَمَضَانَ فَأَمَرَ مِنْهُمْ رَجُلاًیُصَلِّی بِا لنَّاسِ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً،قَالَ: وَکَانَ عَلِی رضی اللہ عنہ یُوتِرُبِهِمْ. ﴿سنن بیهقی، باب ماروی فی عددرکعات القیام فی شهر رمضان﴾

ترجمہ: حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قاریوں کو بلا کر بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھانے کا حکم فرمایا اور وتر خود حضرت علی رضی اللہ عنہ پڑھایا کرتے تھے۔

اثری صاحب ص ۵۹ پر لکھتے ہیں۔جائزہ

ا) ﴿یہ موقوف روایت ہے کیونکہ اس میں نسبت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ہے لہذا یہ اگر ثابت بھی ہو جائے تو اس سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی خصوصاً جبکہ یہ حدیث عائشہ اور حدیث ابن عباس کے مخالف ہے۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۵۴﴾

ا) ہمیں معلوم ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔اثری صاحب کے نزدیک موقوف کے کیا معنی ہیں، معلوم نہیں۔کیا موصوف کے نزدیک موقوف روایات قابل حجت نہیں ہیں؟ بیس (۲۰) رکعات کے منکرین کے لئے یہ روایتیں نقل کی جا رہی ہیں، جو کسی بھی صحابی کے بیس (۲۰) رکعات پڑھنے کا انکار کرتے ہیں۔

اثری صاحب اس سے پہلے بیس (۲۰) رکعات تہجد کو تسلیم کر چکے ہیں۔اب فوراً یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے مخالف نظر آ رہی ہے۔ آپ کو پورے ذخیرہ حدیث میں صرف گیارہ رکعات والی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہی یاد رہتی ہے، جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیثیں رکعات اور کیفیت میں گیارہ رکعات والی حدیث کے مخالف ہیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیس رکعات تراویح پڑھنے کا حکم کسی بھی صحیح حدیث کے مخالف نہیں ہے، جس میں

رکعات تراویح مذکور ہو۔رسول اللہ ﷺ نے جن راتوں میں تراویح پڑھی ہے، اس میں رکعات کا ذکر نہیں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی رسول اورامیر المومنین کا بیس رکعات تراویح کا حکم، رکعات تراویح کا تعین کرتا ہے۔

۲) اثری صاحب ص ۶۰ پر لکھا ہے۔

﴿اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں حماد بن شعیب ضعیف ہے اوراس کا شیخ عطاء بن سائب بھی ضعیف ہے کیونکہ آخری عمر میں اس کو اختلاط ہو گیا تھا۔نیموی حنفی نے اس اثر کوذکر کرنے کے بعد کہا ہے: ''**حمادبن شعیب ضعیف**''(حماد بن شعیب ضعیف ہے)اسے علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری نے نقل کیا ہے اور خود کہا ہے: ''**أثر عليٍّ لايحتج به ولايشتشهد به ولايصلح للإعتبار،فان فی سنده حماد بن شعيب، وقال البخاری: فيه نظر**''(علی رضی اللہ عنہ کا یہ اثر نہ اس سے حجت پکڑی جاسکتی ہے، نہ اس سے استشہاد کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اعتبار کے قابل ہے، کیونکہ اس کی سند میں حماد بن شعیب ہے اور بخاری نے اس کے بارے میں کہا ہے:اس میں نظر ہے)۔اورعلامہ البانی رحمہ اللہ نے''صلاة التراويح (ص ۷۷)''

میں کہا ہے:''**إسناده ضعيف فيه علتان، الأولى: عطابن السائب فإنه كان قداختلط، الثانية: حمادبن شعيب فإنه ضعيف جداً كماأشارإليه البخاری بقوله:فيه نظر،وقال مرة: منكر الحديث، فإنه إنما يقول هذا فيمن لاتحل الرواية عنه، كمانبه عليه العلماء،فلايستشهد به ولا يصلح للإعتبار.**(اس کی اسناد ضعیف ہے، اس میں دو علتیں ہیں: پہلی علت عطاء بن سائب ہے، کیونکہ اس کو اختلاط ہو گیا تھا۔دوسری حماد بن شعیب ہے کیونکہ وہ سخت ضعیف ہے جیسا کہ بخاری نے اپنے قول:''اس میں نظر ہے'' سے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔اورایک بار''منکر الحدیث'' کہا

ہے۔کیونکہ یہ بات بخاری رحمہ اللہ اسی راوی کے بارے میں کہتے ہیں جس سے روایت کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ علماء نے اس پر تنبیہ کی ہے، لہذا نہ اسے شاہد بنایا جا سکتا ہے اور نہ ہی وہ اعتبار کے لئے صالح ہے)﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۵۵﴾

۲) ہمیں معلوم ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے مگر اس کے متن کی تائید میں بے شمار حدیثیں موجود ہیں۔اگر بیس (۲۰) رکعات کی صرف یہی ایک حدیث ہوتی تو اثری کی بات صحیح ہوتی، جب ہم نے اس کے راوی پر جرح کے متعلق لکھا ہے تو یہاں اثری کے کاغذ کالے کرنے سے بیس (۲۰) رکعات پر کوئی اثر نہیں پڑھتا۔ضعیف حدیث بھی دوسری حدیث کی تائید میں پیش کی جا سکتی ہے۔

۳) اثری صاحب ص ۶۱ پر لکھا ہے۔

﴿موصوف نے مولانا یوسف لدھیانوی سے یہ جو نقل کیا ہے کہ اس کے متعدد شواہد موجود ہیں تو کیا خود موصوف نے ان ''متعدد شواہد'' کو جانا یا جاننے کی کوشش کی؟ موصوف نے آگے (ص ۴۶) کے تحت ایک دوسری روایت ذکر کی ہے جو علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کا حال ذرا آگے آ رہا ہے، لیکن بقیہ شواہد کہاں ہیں؟ اور ان کا حال کیا ہے؟ اور موصوف نے ان کو ذکر کیوں نہیں کیا؟ امید ہے کہ موصوف ان سوالوں کا تشفی بخش جواب اپنی کتاب کے اگلے ایڈیشن میں یا ہمارے جواب الجواب میں دیں گے تا کہ ہمارا بھی علمی فائدہ ہو جائے اور لوگوں پر بھی بیس رکعت تراویح کی حجت قائم ہو جائے۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۵۶﴾

۳) اثری صاحب ! آٹھ رکعات کا عینک لگا کر دیکھیں گے تو آپ کو شواہد نظر نہیں

آئیں گے۔ بیس (۲۰) رکعات کی کتنی حدیثوں آپ تسلیم بھی کر چکے ہیں۔ مگر افسوس کہ آپ جلدی بھول جاتے ہیں۔ آپ کے نزدیک ہر حدیث کا حال زار ایک ہی ہے۔ آگے حدیث کا حال زار آپ کیا بیان کریں گے؟ آپ کا حال زار معلوم ہو جائے گا کہ اسناد کے متعلق آپ کا معیار ہے۔

۴) اثری صاحب ص ۶۱ ہی پر لکھا ہے۔

﴿ قاسمی صاحب کے نزدیک اس روایت کے صحیح ہونے کی ایک عجیب دلیل ہے کہ ''ابوعبدالرحمن سلمی کی یہ روایت شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے **منہاج السنۃ** میں ذکر کی ہے اوراس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ تراویح کو اپنے دورِ خلافت میں باقی رکھا''۔ مزید کہ ''حافظ ذہبیؒ نے **المنتقیٰ مختصر منہاج السنۃ** (**المنتقی** ص ۵۴۲) میں حافظ ابن تیمیہؒ کے اس استدلال کو بلانکیر ذکر کیا ہے''۔ لگتا ہے موصوف کے نزدیک ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ذہبی رحمہ اللہ کا کسی حدیث پر سکوت کرنا حجت ہے اوراس حدیث کی صحت وقبولیت کے لئے کافی ہے، معلوم نہیں خود ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ذہبی رحمہ اللہ کو کسی حدیث پر اپنے سکوت کا حجت ہونا اور اسکی صحت وقبولیت کی دلیل ہونا معلوم تھا یا نہیں؟ اور خود موصوف کی کیا اصطلاح ہے؟ کیا آنجناب کا سکوت بھی ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ذہبی رحمہ اللہ کے مزعوم سکوت جیسا ہے؟ اور آپکا کسی حدیث کو بلانکیر ذکر کر دینا اس کی صحت کی دلیل قاطع ہے؟ اور جس قدر احادیث آپ کی اس کتاب میں بلانکیر آگئی ہیں وہ آپ کے نزدیک پایہ تحقیق کو پہونچی ہوئی ہیں؟ اگر ایسا ہے تو پھر علم حدیث آپ پر ختم ہے اور آپ علم حدیث کے وہ آسماں ہیں جس کی بلندیوں تک ائمہ حدیث کی رسائی نہیں۔ ﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۵۷﴾

۴) اثری صاحب کی اس بلیغ عبارت میں تکبر اور آنانیت آسمان چھونے لگی ہے۔ اور

اپنے آپ کو علم حدیث کے آسمان اور دوسروں کو زمین سمجھنے لگے ہیں۔ بیس (۲۰) رکعات کی نفرت نے علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ذہبیؒ کا نام لینے کو بھی پسند نہیں کیا۔ فوراً سوال کر ڈالا کہ ان دونوں کا سکوت حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے؟ عرض خدمت ہے کہ حدیث کا صحیح یا ضعیف ہونا کوئی آسمانی حکم نہیں ہے، انسانوں کا بنایا ہوا اصول ہے۔ اصحاب جرح وتعدیل بلانکیر کسی حدیث کو قبول کریں تو ہمارے نزدیک قابل استدلال ہے۔ آپ چونکہ آسمانی اور غیر تقلیدی تحقیق پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر عمل تو تقلیدی تحقیق ہی پر کرتے ہیں۔ آپ کا مزعومہ اصول ہم پر مسلط کرنے کی کوشش مت کیجئے۔

اثری صاحب ! ہمیں حدیث کے آسمان ہونے کا دعویٰ نہیں ہے، بلکہ آپ کو ہے، اسلئے کہ آپ اپنی تحقیق کے دعوی دار ہیں۔ ہم چھوٹے انسان ہیں، محدثین واصحاب جرح وتعدیل کے علم کے سامنے ہمارے علم کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جمہور محدثین
وجمہور اصحاب جرح وتعدیل کی جو تحقیق ہے، ہم اس کو قبول کرتے ہیں۔ حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کے لئے آپ کی سرٹیفکٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ غیر مقلد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر شروع سے آخر تک کسی نہ کسی کی تقلید کرتے ہی ہیں۔

۵) اثری صاحب ص۶۲ پر لکھتے ہیں۔

﴿ مولانا مرحوم نے یہاں بھی ''عشرین رکعة'' کا ترجمہ ''بیس رکعات تراویح'' سے کیا ہے، حالانکہ صحیح ترجمہ ''بیس رکعت'' ہوگا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ موصوف کے بیہقی کے نسخہ میں کوئی خاص لفظ ہے جسکا ترجمہ ''تراویح'' ہوتا ہے لیکن تصنیفی استغراق نے انھیں اس لفظ کو نقل کرنے سے غافل کر دیا، اگر ایسا ہے تو موصوف اگلے ایڈیشن میں اس لفظ کا اضافہ کریں اور علماء و محققین سے مفت داد وصول کریں۔

قارئین یاد رکھیں کہ موصوف کے نزدیک تراویح اور تہجد الگ الگ نمازیں ہیں۔

تہجد مکہ میں اور تراویح مدینہ میں مشروع ہوئی ہے اور دونوں نمازیں رات کی ہیں، اس لئے یہ صراحت ووضاحت ضروری ہے کہ اس اثر میں علی رضی اللہ عنہ نے جس شخص کو بیس رکعت نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا اس کو ۲۰ رکعت تہجد پڑھانے کا حکم دیا تھا یا تراویح؟ اگر تراویح کی دلیل ملے گی تو ۲۰ رکعت تراویح مانی جائے گی اور اگر تہجد کی دلیل ملے گی تو بیس رکعت تہجد مانی جائیگی اور اگر دونوں کی مل گئی یا کسی کی نہیں ملی تو دونوں کا احتمال ہونے کی وجہ سے یہ اثر بے اثر ہوجائے گا۔ مشہور قاعدہ ہے ''**إذاجاء الإحتمال بطل الإستدلال** '' البتہ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ علی رضی اللہ عنہ اور سلف رمضان میں تہجد پڑھتے ہی نہیں تھے بلکہ صرف تراویح پڑھتے تھے تو بیس رکعت تراویح متعین ہوجائے گی۔ ﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۵۸﴾

۵) اثری مرحوم کو ''**عشرین رکعة** '' کا ترجمہ بیس (۲۰) رکعات تراویح کرنے سے جو تکلیف ہوتی ہے، وہ نا قابل فہم ہے۔ اسلئے کہ جمہور فقہاء ومحدثین کے نزدیک یہاں تراویح ہی مراد ہے۔ اس کے لئے ہمیں اثری صاحب کی سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ اثری صاحب یہاں علمی انداز سے ہٹ کر طنز وتمسخر، تضحیک وتذلیل کا انداز اختیار کیا ہے۔ یہ اہل باطل کی علامت ہے۔ مثل مشہور ہے۔ خالی ڈبہ آواز کرتا ہے اور بغیر پھل والی ٹہنی ، سر اوپر کرتی ہے۔ ایسی ہی مثال اثری صاحب کی ہے۔ کم علمی کے باوجود ائمہ مجتہدین ومحدثین کی تحقیق کے مقابلہ میں اپنے خانہ ساز کا اعتبار کرتے ہیں۔ **مَنْ ضَحَکَ ضُحِکَ**. یعنی جو دوسروں پر ہنستا ہے، اس پر بھی ہنسا جاتا ہے۔

اثری صاحب نے **إذاجاء الإحتمال بطل الإستدلال** کا اصول اس سے پہلے بھی لکھا ہے۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک احتمال ہے ہی نہیں، یقیناً تراویح ہے۔ براہ

کرم اپنا مزعومہ اصول دوسروں پر مسلط مت کیجئے۔

چودھویں دلیل

﴿حدیث أبی الحسناء،عن علی رضی اللہ عنہ﴾

﴿۴۶حدیث﴾ عن عمرو ابن قیس،عن أبی الْحَسَنَاء: أنَّ عَلِیاً أَمَرَ رَجُلًا یُصَلِّی بِهِم فِی رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَة. ﴿إعلاء السنن، باب التراویح، وأوجزا لمسالک،باب ما جاء فی قیام شهر رمضان﴾

ترجمہ: حضرت عمرو بن قیسؒ، ابوالحسناءؒ (تابعی) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس (۲۰) رکعتیں پڑھایا کریں۔

اثری صاحب ص۶۴ پر لکھتے ہیں۔ جائزہ

۱) ﴿اس اثر کی بھی اسناد ضعیف ہے،اسے امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۹۷/۲) نے ایک دوسرے طریق سے روایت کیا ہے اور کہا ہے: ''وفی هذاالإسناد ضعف'' (اس سند میں ضعف ہے) کیونکہ ابوالحسناء نہ تو تابعی ہے اور نہ ہی ثقہ یا صدوق ہے بلکہ مجہول ہے،حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''تقریب التهذیب'' (۸۰۵۳) میں اسے ''مجهول من السابعة'' کہا ہے یعنی ساتویں طبقہ کا مجہول راوی ہے،اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں: ایک یہ کہ یہ ثقہ یا صدوق نہیں ہے کہ اس پر اعتماد کیا جائے،اور دوسرے یہ کہ یہ تابعین میں سے نہیں ہے بلکہ تبع تابعی ہے،کیونکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقہ سابعہ کے بارے میں ''تقریب التهذیب'' کے مقدمہ میں کہا ہے: ''السابعة طبقة أتباع التابعین'' (ساتواں طبقہ تبع تابعین کا طبقہ ہے) لہذا اس کے اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان کم از کم ایک راوی ساقط ہے جس کا حال معلوم نہیں ہے لہذا وہ واسطہ مجہول ہے،ان دونوں

علتوں کے باوجود موصوف نے اس اثر کو اس طرح ذکر کیا ہے جیسے بخاری یا مسلم کی کوئی مرفوع حدیث ہے۔ کیا موصوف کی یہی تحقیق ہے؟ نہ تو اصل مصدر کا حوالہ ذکر کیا اور نہ ہی اپنی تقلیدی تحقیق سے کوئی فائدہ پہونچایا کہ قارئین جان سکیں کہ یہ روایت صحیح ہے یا ضعیف؟ کیا یہاں بھی موصوف کا سکوت حجت کبریٰ یا برہانِ قاطع ہے؟ معلوم نہیں موصوف کے اہل خانہ بھی ان کے سکوت کو حجت مانتے ہیں یا نہیں؟ رہا ابوالحسناء کو تابعی قرار دینا تو میرے علم کے مطابق متقدمین میں سے کسی نے بھی اس کو تابعی نہیں کہا ہے، اگر موصوف کے یہاں اس کے تابعی ہونے کی کوئی دلیل ہے تو پیش کریں تا کہ فائدہ اٹھایا جا سکے اور کتب رجال کی غلطی کی تصحیح ہو سکے۔

جائزہ پر جائزہ ﴿۵۹﴾

۱) اثری صاحب نے اس روایت کے اسناد کو ضعیف لکھ کر امام بیہقیؒ کا حوالہ دیا ہے کہ انہوں نے دوسرے طرق کو **وفی هذاالإسناد ضعف** کہا ہے۔ اثری صاحب بتائیں کہ ہماری نقل کردہ اسناد (**عن عمرو بن قیس عن أبی الحسناء عن علی**رضی اللہ عنہ) کو امام بیہقیؒ نے کس کتاب میں ضعیف لکھا ہے۔ جواب دے کر مفت داد حاصل کریں۔ نیز اثری صاحب کا یہ لکھنا ''ابوالحسناء نہ تو تابعی ہے، اور نہ ہی ثقہ یا صدوق ہے، بلکہ مجہول ہے۔'' جب راوی مجہول ہے، تو انکا تابعی نہ ہونا، ثقہ یا صدوق نہ ہونا کیسے معلوم ہوا؟ کہیں یہ تحقیق اثری صاحب کا خانہ ساز تو نہیں ہے۔

ہماری معلومات کے مطابق محدثین نے حضرت ابوالحسناءؒ کی روایت کو صحیح یا حسن کہا ہے۔ امام حاکمؒ نے ابوالحسناءؒ کی روایت کو مستدرک (۷۵۵۶) میں نقل فرما کر **هذا حدیث صحیح الإسناد** لکھا ہے۔ اور علامہ ذہبیؒ نے بھی تلخیص میں **صحیح** کہا ہے۔ اور امام ترمذیؒ نے ابوالحسناءؒ کی روایت کو اپنی سنن (۱۴۹۵) میں نقل فرما کر **هذاحدیث حسن غریب**

لکھا ہے۔اور علامہ ذہبیؒ ابوالحسناءؒ کی سند کو سندہ صالح لکھا ہے۔(تلخیص علی المستدرک ۲۹۷۸)

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت ابوالحسناءؒ تابعی نہیں ہیں ۔یہ اثری صاحب کی تحقیق ہے،ہماری معلومات کے مطابق حضرت ابوالحسناءؒ دو ہیں۔ایک ابوالحسناء ،حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں،ان کی سند اس طرح ہے۔(۱)عن وکیع، عن حسن بن صالح، عن عمروبن قیس، عن أبی الحسناء، عن علی رضی اللہ عنہ.(مصنف ابن أبی شیبة۷۷۶۳)

(۲)عن أبوعبداللہ بن فنجویة الدینوری، عن أحمدبن إسحاق بن عیسی السنی، عن أحمدبن عبداللہ البزار، عن سعدبن یزید، عن الحکم بن مروان السلمی، عن الحسن بن صالح، عن أبی سعد البقال(من صغار التابعین)، عن أبی الحسناء عن علی رضی اللہ عنہ.(السنن الکبری للبیهقی۴۸۰۵)

اور دوسرے ابوالحسناء کی سند اسطرح ہے۔عن شریک (من الوسطی من أتباع التابعین)، عن أبو الحسناء، عن حکم بن عتیبة (من صغار التابعین)، عن حنش، عن علی رضی اللہ عنہ.

ابوالحسناءؒ کے متعلق امام حاکمؒ لکھتے ہیں:و أبو الحسناء هذا هو الحسن بن الحکم النخعی.(مستدرک حاکم ۲۵۵/۴) اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے۔الحسن ابن الحکم النخعی أبولحکم الکوفی صدوق یخطی من السادسة.(تقریب التهذیب ۱۶۰/۱)

لہذا اثری صاحب کا اس روایت کو ضعیف الاسناد لکھنا صحیح نہیں ہے۔اگر بالفرض ضعیف بھی ہو،تو متعدد ضعیف حدیثیں قابل استدلال ہوتی ہیں۔اثری صاحب کا یہ لکھنا کہ

ہم نے بخاری یا مسلم کی کوئی مرفوع حدیث کی طرح اس روایت کو نقل کیا ہے۔ یہ اعتراض ہی بے محل و بیہودہ ہے، ہم نے دوسری کتب حدیث سے بھی حدیثیں نقل کی ہیں، ایسا لگتا ہے کہ بیس رکعات کی بے شمار روایات کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ اور بخاری و مسلم کے علاوہ دوسری کتب حدیث کے معیار کو گھٹانے کی فکر میں لگ گئے۔ آگے غصہ میں سوال کر ڈالا کہ ہمارا سکوت حجت کبریٰ اور برہان کبریٰ ہے؟

اثری صاحب! ہمارے سکوت کا کیا اعتبار۔ البتہ محدثین کے سکوت کا اعتبار ہے۔ ہمارے یا آپ کے کہنے سے حدیث صحیح یا ضعیف نہیں ہوتی ہے۔ ہمارے سکوت کو اہل خانہ حجت مانتے ہیں یا نہیں مانتے ہیں، اسکی فکر کرنے کی آپ کو ضرورت نہیں ہے۔ آپ کی روایات کو ضعیف کرنے کی عادت کو آپ کے اہل خانہ کیا سمجھتے ہیں، معلوم نہیں۔ یہاں کتب رجال کی غلطی کی تصحیح کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اثری صاحب کے اوہام باطلہ اور غیر تقلیدی تحقیق کی غلطیوں کی تصحیح کی ضرورت ہے۔

۲) اثری صاحب ص ۶۵ پر لکھا ہے۔

﴿یہاں قاسمی صاحب نے زیرِ بحث روایت کے ترجمہ میں ''عشرین رکعة'' کا ترجمہ ''بیس (۲۰) رکعتیں'' کرتے وقت تراویح یا تہجد کچھ بھی نہیں کہا ہے، لیکن چونکہ کتاب بیس (۲۰) رکعت تراویح کو سنت ثابت کرنے کے لئے لکھی گئی ہے اس لئے موصوف بیس (۲۰) رکعت تراویح مراد لیتے ہوں گے، اور یہ مراد لینا صحیح بھی ہے لیکن قاسمی صاحب کے مذہب کے مطابق نہیں کیونکہ موصوف کے نزدیک تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں، اور اس اثر میں اس بات کا بیان نہیں ہے کہ بیس رکعت تہجد پڑھانے کا حکم دیا تھا یا تراویح، لہذا اسے ۲۰ رکعت تراویح ثابت کرنے کے لئے ذکر کرنا محض دھوکہ و چالبازی ہے الا یہ کہ مؤلف یہ ثابت کر دیں کہ وہ رمضان میں تہجد پڑھتے ہی نہ تھے یا تہجد اتنی رکعت پڑھتے تھے

اور تراویح اتنی رکعت پڑھتے تھے۔﴾

جائزہ پر جائزہ﴿۶۰﴾

۲) یہاں بھی عشرین رکعة سے مراد بیس (۲۰) رکعات تراویح ہی ہے۔ اسلئے کہ تہجد بیس رکعات نہیں پڑھی گئی۔ جب رمضان کی نماز کا ذکر چل ہی رہا ہو، تو دھوکہ اور چالبازی کے کیا معنی؟ مثل مشہور ہے۔ بلی کو خوابوں میں بھی چوہے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح اثری صاحب کو ہر جگہ دھوکہ اور چالبازی ہی نظر آتی ہے۔ اللہ ان کی حفاظت فرمائے۔ اثری صاحب کسی بھی نیت سے بیس رکعات پڑھا کیجئے۔

۳) اثری صاحب ص ۶۶ پر لکھا ہے۔

﴿اگر علی رضی اللہ عنہ کی دونوں روایتوں کو صحیح فرض کرلیا جائے تو کیا ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۲۰ رکعت قیام اللیل یا تراویح سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے؟ یا یہ معلوم ہوتا ہے کہ گیارہ یا تیرہ رکعت قیام اللیل وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بیس رکعت میں تبدیل ہوگیا؟ یا بیس رکعت تراویح پڑھنے والے اسے یعنی بیس رکعت کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے جیسا کہ قاسمی صاحب کا دعویٰ ہے؟﴾

جائزہ پر جائزہ﴿۶۱﴾

۳) قارئین کرام! اثری صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس (۲۰) رکعات ثابت بھی ہوں تو وہ ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ اور اسکو خلاف سنت سمجھتے ہیں۔ مگر جمہور علماء وفقہاء حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کو عین سنت سمجھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اثری صاحب سے زیادہ جانتے اور سمجھتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل سنت تھا یا نہ تھا اثری صاحب

کی سٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں ہے۔

پندرہویں دلیل

﴿حدیث زیدبن وھب عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ﴾

﴿۴۷حدیث﴾ عن الأعْمَش، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهبٍ قَا لَ: كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْن مَسْعُود رضی اللہ عنہ يُصَلِّى لَنَافِي شَهْرِ رَمَضَانَ ، قَالَ الأعْمَش: كَانَ يُصَلِّى عِشْرِيْنَ رَكْعَةً، وَيُوتِر بِثَلَاثٍ. ﴿أوجز المسالک،باب ما جاء فی قيام شهر رمضان، وتحفةالأحوذی، باب ما جاء فی قيام شهر رمضان﴾

ترجمہ: امام اعمشؒ (تابعی ،م ۱۴۸ھ) حضرت زید بن وہبؒ (تابعی) سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں کو بیس (۲۰) رکعات تراویح اور تین (۳) رکعات وتر پڑھایا کرتے تھے۔

صاحب تحفة الأحوذی نے اس حدیث کو منقطع کہہ کر اس کی سند کو ضعیف کرنے کی کوشش کی ہے جب کہ حضرت زید بن وہبؒ (تابعی) براہ راست حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرر ہے ہیں۔

اثری صاحب ص ۶۷ پر لکھا ہے۔ جائزہ

۱) ﴿یہ روایت بھی ثابت نہیں ہے کیونکہ اعمش جن کا نام سلیمان بن مہران ہے مدلس ہیں اور انہوں نے صراحت نہیں کی ہے کہ انھوں نے اسے زید بن وہب رحمہ اللہ سے سنا ہے یا نہیں، لہذا یہ روایت اعمش کے عنعنہ کی وجہ سے غیر مقبول ہے جیسا کہ علم حدیث کے قواعد تقاضا کرتے ہیں۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۶۲﴾

۱) اثری صاحب نے یہاں حضرت امام اعمشؒ (تابعی) جیسے جلیل القدر محدث کا ذکر جس انداز سے کیا ہے، جیسے انکے گھر کے نوکر ہیں۔امام اعمشؒ کی روایات بالاتفاق صحیح ہیں۔ امام اعمشؒ بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ کے راوی ہیں۔اثری صاحب کی جہالت ہے کہ انکی روایت کو ضعیف لکھا ہے۔یہ حدیث صحیح ہے، اور اس کی سند بھی بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

۲) اثری صاحب ص ۶۷ پر مزید لکھا ہے۔

﴿اس روایت کے دو جز ہیں: پہلے جز و میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ماہ رمضان میں نماز پڑھانے کا ذکر ہے اور دوسرے جز و میں بیس رکعت قیام اللیل کا اور تین رکعت وتر کا بیان ہے۔پہلے جز و کو اعمش نے زید بن وہب کے واسطہ سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے جب کہ دوسرے جز و کو اعمش نے زید بن وہب کے واسطہ کے بغیر روایت کیا ہے۔اس لئے پہلا جز و اعمش کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے جیسا کہ گزرا جبکہ دوسرا جز و جس میں بیس رکعت کی تعداد کا ذکر ہے منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، کیونکہ اعمش نے انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صحابی کو نہیں دیکھا ہے، نہ ہی کسی صحابی سے ملاقات کی ہے، اس لئے ان کے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے، اسی وجہ سے مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے "تحفة الأحوذی" (۴۴۵/۳) میں کہا ہے: "وھذا أیضاً منقطع، فإن الأعمش لم یدرک ابن مسعود" (یہ بھی منقطع ہے کیونکہ اعمش نے ابن مسعود کو نہیں پایا ہے)۔اور علامہ البانی رحمہ اللہ مولانا عبدالرحمٰن کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "وھو کما قال، بل لعلہ معضل، فإن الأعمش إنما یروی عن ابن مسعود بواسطة رجلین غالبا کمالایخفی علی المتتبع

لمسندابن مسعود.(صلاۃ التراویح ص ۸۲) (یہ ویسے ہی ہے جیسے انھوں نے کہا ہے بلکہ یہ معضل ہے کیونکہ اعمش ابن مسعود سے اکثر دو راویوں کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ ابن مسعود کی مسند کا تتبع کرنے والے پر عیاں ہے)۔

جائزہ پر جائزہ ﴿۶۳﴾

۲) اثری صاحب نے لکھا ہے کہ اس روایت کے دو جزو ہیں۔ پہلا جزو عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یہ کونسا شیطانی عنعنہ ہے، ہمیں معلوم نہیں ہے۔ امام اعمشؒ کے اسی طرق سے بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ میں روایات موجود ہیں۔ **عن الأعمش عن زید بن وھب عن ابن مسعود** رضی اللہ عنہ **(صحیح بخاری ۳۴۰۸، صحیح مسلم ۶۸۹۳، وسنن ترمذی ۲۱۳۷، وقال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح، و مسند أحمد ۳۶۴۰، قال شعیب الأرنؤوط إسناده صحیح علی شرط الشیخین، وقال الألبانی: صحیح، سنن ترمذی۲۱۳۷، مسند ابی یعلی ۵۱۵۶، ۵۱۵۷، قال حسین سلیم أسد: إسناده صحیح)**

اثری صاحب اب بتائیں کہ اس حدیث کو ضعیف لکھنے میں علم حدیث کے قواعد کا تقاضا تھا یا شیطانی ونفسانی تقاضا تھا؟ **أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم.**

اثری صاحب دوسرے جزو کو منقطع کہہ کر ضعیف لکھا ہے۔ یہ بھی اثری صاحب کی کم علمی اور کوتاہ بینی ہے۔ غیر مقلد ہو کر بھی دوسروں کی اندھی تقلید کی ہے۔ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ راوی حضرت اعمشؒ (تابعی)، حضرت زید بن وہبؒ (تابعی) سے، اور وہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ (صحابی) سے براہ راست روایت کر رہے ہیں، اور سلفی علماء اس حدیث کو منقطع و معضل کہہ کر ضعیف کہہ رہے ہیں۔ جبکہ منقطع حدیث کو اپنے مسلک کے مطابق ہو تو صحیح بھی لکھتے ہیں۔ لہذا صاحب تحفۃ الاحوذی کا منقطع ثابت کرنے کی کوشش کرنا اور شیخ

البانی کا معضل لکھنا قطعاً صحیح نہیں ہے۔

۳) اثری صاحب ص ۶۹ پر لکھا ہے۔

﴿قاسمی صاحب کا یہ کہنا کہ ''صاحب **تحفة الأحوذی** نے اس حدیث کو منقطع کہہ کراس کی سند کوضعیف کرنے کی کوشش کی ہے جبکہ حضرت زید بن وہبؒ (تابعی) براہ راست حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرر ہے ہیں، اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جبکہ قاسمی صاحب یہ ثابت کردیں کہ اعمش نے ''**وكان يصلي عشرين ركعة**'' بھی زید بن وہب رحمہ اللہ سے سن کرروایت کیا ہے، ورنہ صاحب **تحفة الأحوذی** کی کوشش کامیاب ہے اور آپ کی کوشش ناکام اور اگر آپ دوبارہ علم حدیث پڑھیں تو وہی کہیں گے جو صاحبِ **تحفة الأحوذی** نے کہا ہے بشرطیکہ فہم سے کام لیں۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۶۴﴾

۳) صاحب تحفۃ الأحوذی کے متعلق جو ہم نے لکھا ہے، وہ صحیح لکھا ہے۔ انہوں نے بلا ضرورت اس حدیث کوضعیف کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسلئے کہ صاحب **تحفة الأحوذی** نے اس حدیث کو جہاں منقطع لکھا ہے، وہاں پوری حدیث کونقل نہیں کیا ہے، بلکہ ادھوری حدیث کونقل کیا ہے۔ **وفی قيام الليل قال الأعمش: كان- أي:ابن مسعود - يصلي عشرين ركعة ويوتر بثلاث** . پوری سند وحدیث نقل کرتے تو شاید یہ غلطی نہ کرتے۔ پوری حدیث اسطرح ہے۔

أخبرنا يحيى بن يحيى أخبرنا حفص بن غياث عن الأعمش، عن زيد بن وهب رحمه الله: كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْن مَسْعُود رضی اللہ عنہ يصلي لَنَا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ ، فينصرف وعليه ليل ، قَالَ الأَعْمَش: كَانَ يُصَلِّي عِشْرِيْنَ رَكْعَةً، وَيُوتِرِ بِثَلاثٍ. (رواه محمد بن نصر،عمدة القاری ۷ /۱۵۷، قيام رمضان

لـمـروزی ،ص ۲۱ ،إسـنـاده صـحـيـح علی شـرط الشيخين) یعنی حضرت اعمشؒ حضرت زید بن وہبؒ کے واسطہ سے فرماتے ہیں کہ صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہم لوگوں کو رمضان المبارک کے مہینہ میں تراویح پڑھاتے تھے اور وہ بیس (۲۰) رکعات پڑھاتے تھے۔

صاحب تحفۃ الأحوذی کا مکمل حدیث کا نقل نہ کرنا اور دونوں جزوں کا الگ سمجھنا اپنے مسلک کی ترجمانی ہے، نہ کہ حدیث فہمی۔ پہلے جز کو متصل اور دوسرے جز کو منقطع کہنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔

اگر بالفرض منقطع مان بھی لی جائے تو محدثین اسکو ضعیف نہیں مانتے، اور شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ و شیخ ناصر الدین البانیؒ اپنے مسلک کے موافق ہو تو منقطع حدیث کو صحیح لکھتے ہیں۔ تفصیل جائزہ پر جائزہ نمبر ۳۲، ۴۴، ۵۰، میں گزر چکی ہے۔

۴) اثری صاحب ص ۶۹ پر مزید لکھتے ہیں۔

﴿اس اثر کو قاسمی صاحب نے نہ خود صحیح یا حسن کہا ہے اور نہ ہی کسی عالم سے اس کی تصحیح یا تحسین نقل کی ہے بلکہ صرف صاحب تـحـفـة الأحـوذی کی تضعیف رد کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کا ضعیف ہونا تسلیم نہیں کرتے لیکن تضعیف کا جو جواب دیا ہے وہ لچر پوچ ہے، کیونکہ زید بن وہب رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صرف پہلا جز روایت کیا ہے، رہا دوسرا جز تو اسے زید بن وہب رحمہ اللہ نے روایت ہی نہیں کیا ہے بلکہ اسے اعمش نے براہ راست عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ اور اسے قاسمی صاحب نے أوجز المسالک اور تحفة الأحوذی سے نقل کر دیا ہے لیکن اصل مصدر کا حوالہ نہ جانے کس دینی یا دنیوی مصلحت کی بنا پر نہیں دیا۔ کیا یہی وہ تحقیق ہے جس کے بل بوتے پر موصوف بیس رکعت تراویح کو ہر حال میں ثابت کر رہے ہیں؟﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۶۵﴾

۴) اثری صاحب کو اعتراض ہے کہ ہم نے حدیث کو صحیح یا حسن نہیں لکھا ہے۔ جس حدیث کا طرق بخاری، مسلم کا ہو، وہ بالاتفاق صحیح ہے۔ ہمارے لکھنے یا نہ لکھنے سے حدیث صحیح یا ضعیف نہیں ہوتی ہے۔ آنکھ والوں کو سورج کا دیکھنا ہی ، سورج کے وجود کی دلیل ہے۔ نابینا کو سورج ہو تو بھی نظر نہیں آتا۔ فافھم. اثری صاحب کا یہ لکھنا کہ دوسرا جز وزید بن وہب کے واسطہ کے بغیر امام اعمشؒ نقل کر رہے ہیں ۔ یہ اثری صاحب کا خانہ ساز ہے۔ اور بیس (۲۰) رکعات کی روایات کو زبردستی ضعیف کرنے کی بے کار مشق ہے۔ اگر اس کی کوئی دلیل ہوتی تو پیش کرتے۔ أوجز المسالک اور تحفة الاحوذی کے حوالہ پر اعتراض کرنا اعتراض برائے اعتراض ہے اور صفحات کو زیادہ اور کالا کرنے کی بے کار کوشش ہے۔

۵) اثری صاحب ص ۷۰ پر لکھا ہے۔

﴿یہاں بھی ہمارے محقق صاحب عشرین رکعة کا ترجمہ ''بیس (۲۰) رکعات تراویح'' سے کر رہے ہیں، حالانکہ اصل روایت میں تراویح کا کوئی لفظ موجود نہیں ہے۔ کیا اس بنا پر کہ آخر میں تین رکعت کا ذکر ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ یہ تو بیس رکعت والی عینک کا کرشمہ ہے۔ متعدد بار گزر چکا ہے کہ موصوف کے نزدیک صلاۃ التراویح اور صلاۃ التہجد الگ الگ نمازیں ہیں اور دونوں عشاء کے بعد یعنی رات کی نمازیں ہیں، اس لئے آخر موصوف کو کیسے پتہ چلا کہ یہ بیس رکعت نماز تراویح کی نماز ہے تہجد کی نہیں؟ کیا اس لئے کہ آپ کو صحابہ کے ماہ رمضان میں تہجد پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ صرف تراویح پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے؟﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۶۶﴾

۵) یہاں بھی محدثین وفقہاء کی تحقیق کے مطابق عشرین رکعة کا ترجمہ بیس (۲۰)

رکعات تراویح ہی ہے۔ اسلئے کہ تہجد بیس رکعات نہیں پڑھی گئی۔ یہاں آپ کی غیر تقلیدی تحقیق بے اثر ہے۔ پھر ایک بار آپ کی یاد ہانی کے لئے عرض ہے کہ صرف موصوف کے نزدیک ہی تہجد اور تراویح الگ الگ نمازیں نہیں ہیں، بلکہ صحابہ، فقہاء ومحدثین کے نزدیک بھی تہجد اور تراویح الگ الگ مشروع کردہ ہیں۔ تہجد ابتداء ہی سے مشروع ہے اور پورے سال پڑھی جاتی ہے اور تراویح مدینہ منورہ میں مشروع ہوئی، اور صرف رمضان میں پڑھی جاتی ہے۔ اور تہجد کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پوری رات کبھی نہیں پڑھی، اور تراویح کا پوری رات بھی پرھنا حدیث میں مذکور ہے۔ تہجد کبھی عام جماعت کے ساتھ پڑھی نہیں گئی، مگر تراویح رسول اللہ ﷺ نے عام جماعت کے ساتھ اہتمام کے ساتھ پڑھی۔ اسی لئے جمہور فقہاء ومحدثین نے تہجد اور تراویح کے دو الگ الگ باب قائم کئے ہیں۔ یہ وضاحت پہلے بھی گزر چکی ہے۔ یہ سچائی آپ کی سمجھ میں نہیں آتی ہے تو دوسروں کو کم علم، کم سمجھ، تاریک سنت سمجھ کر کیوں مذاق اڑاتے ہیں۔ اپنی کم علمی اور کم سمجھی کو دور کرنے کی کوشش کرتے رہئے۔ اور جمہور علماء وفقہاء، ومحدثین کے مسلک کے مطابق عمل کیجئے، اسی میں کامیابی ہے۔

سولہویں دلیل

﴿حدیث شتیر بن شکل﴾

﴿۴۸ حدیث﴾ عَنْ شُتَیرِ بنِ شکل وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ عَلِی رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَانَ يَؤُمُّهُم فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَة وَيُوتِرِ بِثَلَاثٍ. قال البيهقي وفي ذلك قوة. ﴿سنن بيهقي، باب ماروى في عدد ركعات القيام في شهر رمضان﴾

ترجمہ: حضرت شتیر بن شکلؒ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے، وہ رمضان المبارک

میں لوگوں کو بیس (۲۰) رکعات تراویح اور تین (۳) رکعات وتر پڑھایا کرتے تھے۔

اثری صاحب ص۷۰ پر لکھتے ہیں۔جائزہ

﴿قاسمی صاحب کا کام مرفوع احادیث اور آثار صحابہ سے نہیں چلا تو ایک سیڑھی نیچے اتر کر آثارِ تابعین سے حجت پکڑنے لگے﴾

جائزہ پر جائزہ﴿۶۷﴾

قاسمی صاحب کا کام خوب چلا۔اثری صاحب جیسا سلفیوں کا ترجمان بھی صحابہ کے بیس (۲۰) رکعات کے عمل والی حدیثوں کو صحیح ماننے پر مجبور ہوا۔مرفوع احادیث، آثار صحابہ، آثار تابعین، اقوال علماء امت اسلئے لکھے گئے تھے کہ بیس (۲۰) رکعات کے مخالفین جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے تھے کہ کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی نے بیس تراویح نہیں پڑھی ہے۔

۱) اثری صاحب ص۷۱ پر لکھا ہے۔

﴿اس اثر کو بیہقی رحمہ اللہ نے شتیر بن شکل سے معلق یعنی بے سند نقل کیا ہے البتہ اسے ابن ابی شیبہ نے ''المصنف'' (۷۷۶۲/۳۹۲/۲) میں موصولاً روایت کیا ہے جس میں دو یا کم از کم ایک علت موجود ہے۔اس میں پہلی علت ابواسحاق سبیعی کا عنعنہ ہے کیونکہ یہ مدلس ہے اور مدلس کی ''عن'' والی روایت مقبول نہیں ہوا کرتی۔اور دوسری علت ابواسحاق سبیعی کا شیخ عبداللہ بن قیس ہے جو اسے شتیر ابن شکل سے نقل کرتا ہے، معلوم نہیں یہ کون راوی ہے اور اس کا حال کیا ہے؟ اگر قاسمی صاحب ثابت کردیں کہ یہ فلاں ہے اور وہ ثقہ یا صدوق ہے تو صرف پہلی علت باقی رہ جائیگی اور یہ اس اثر کے ضعیف ہونے کے لئے کافی ہے۔﴾

﴿جائزہ پر جائزہ ۶۸﴾

۱) اثری صاحب نے اپنی حدیث دانی کو ظاہر کرنے کے لئے امام بیہقیؒ کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو بے سند نقل کیا ہے ۔البتہ امام ابن ابی شیبہؒ اپنے مصنف میں سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ پھر اس روایت کو ضعیف کرنے کے لئے اس کے راوی ابواسحاق سبیعی اور عبداللہ بن قیس پر جرح کرتے ہوئے اس روایت کو ضعیف لکھا ہے، جبکہ امام حاکمؒ **عن أبی إسحاق عن عبداللہ بن قیس عن ابن عباس** کے طرق سے حدیث نقل فرما کر صحیح لکھا ہے۔(مستدرک حاکم ۳۱۳۸) اور علامہ ذہبیؒ نے بھی اسکی تخریج کرتے ہوئے صحیح لکھا ہے۔لہذا اثری صاحب کی تضعیف کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔اگر بالفرض ضعیف مان بھی لی جائے ،تو اس کی تائید میں بے شمار صحیح اور ضعیف حدیثیں موجود ہیں،لہذا اس کا ضعف ختم ہو جائے گا۔

۲) اثری صاحب ص ۷۱ پر مزید لکھتے ہیں۔

﴿اس اثر کے آخر میں قاسمی صاحب نے جو بیہقی کا قول نقل کیا ہے:''**وفـــــی ذلک قوۃ** ''یعنی بیہقی نے کہا ہے:''اس میں قوت ہے'' تو اس میں قاسمی صاحب کی تدلیس و تلبیس ہے، کیونکہ بیہقی رحمہ اللہ نے یہ بات مطلقاً نہیں کہی ہے اور نہ ہی کسی روایت کو مطلقاً قوی کہنے کا یہ اسلوب ہے، جیسا کہ طلاب حدیث پر مخفی نہیں ہے، بلکہ بیہقی رحمہ اللہ نے یہ بات''**وفی ذلک قوۃ**'' کہکر **ابوعبدالرحمٰن السلمی عن علی** کی روایت جو تیرہویں دلیل کے تحت گزری اپنی سند سے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ کہا ہے:''**وفی ذلک قوۃ لما أخبرنا أبوالحسین بن الفضل القطان.........عن أبی عبدالرحمٰن السلمی، عن علی** رضی اللہ عنہ **قال: دعا القراء فی رمضان.........** ''یعنی اس میں قوت ہے اُس کے لئے جس کو ہم سے ابوالحسین ابن الفضل القطان نے بیان کیا.........۔ گویا امام بیہقی رحمہ

اللہ''ابو عبدالرحمٰن السلمی،عن علی '' کی روایت کواس اثر تابعی سے تقویت دے رہے ہیں۔فافھم وتامل۔

جائزہ پر جائزہ ۶۹

۲) اثری صاحب پھرایک بار حدیث کادرس دیتے ہوئے ہمارے اوپر تدلیس وتلبیس کاالزام لگایاکہ **وفی ذلک قوۃ** کامطلب ہم نے صحیح نہیں لکھا۔حالانکہ اثری صاحب نے وہی مطالب لکھا، جوہم نے لکھاہے۔یعنی امام بیہقیؒ اس حدیث کونقل کرکے **وفی ذلک قوی لمااخبرنا أبو الحسین** الخ لکھ کر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ یہ دونوں روایتیں ایک دوسرے کی تائیدمیں ہیں۔اثری صاحب نے بھی یہی توضیح کی ہے۔پھرتلبیس کاری کاالزام شیطانی تلبیس ہے۔

۳) اثری صاحب نےص۲۷ پرلکھاہے۔

یہاں بھی قاسمی صاحب نے'' **عشرین رکعۃ** '' کاترجمہ''بیس(۲۰)رکعات تراویح'' سے کیاہے۔معلوم نہیں ان کے پاس ترجمہ میں''تراویح'' کالفظ بڑھانے کی کیا دلیل ہے؟ جبکہ ان کے نزدیک تراویح اورتہجد دوالگ الگ نمازیں ہیں اوردونوں رات کی نمازیں ہیں اوردونوں رمضان میں مشروع ہیں۔اگران کے پاس یہاں بیس رکعت سے مرادتراویح ہی ہے،نہ کہ تہجدکی کوئی دلیل ہےتوبرائے کرم اسے امت کے لئے ذکرفرمائیں اورلوگوں کوفیضیاب کرکےعنداللہ مأجوروعندالناس مشکورہوں۔

جائزہ پر جائزہ ۷۰

۳) **عشرین رکعۃ** کاترجمہ بیس رکعات تراویح کرنے پراثری صاحب کوپھرایک بار پریشانی لاحق ہوئی۔اسلئے کہ اثری صاحب کوبیس رکعات تراویح سے اتنی نفرت ہے کہ پہلے

بیس رکعات کی حدیثوں کو ضعیف ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی، جہاں بیس رکعات تراویح کو رد کرنے کی کوئی شکل نظر نے آئی، اور بیس رکعات کا عمل ثابت ہوتا نظر آیا، تو سوال کر ڈالا کہ بیس رکعات تہجد ہے یا تراویح؟ اور بیس رکعات تراویح ترجمہ کرنے پر اعتراض کر ڈالا۔ جب تراویح ہی کا ذکر چل رہا ہو، اور تراویح ہی کی باب کی حدیثیں نقل کی جارہی ہوں، پھر ان کا یہ سوال طفلانہ اور بچکانہ ہی ہوگا۔ اس کا جواب ہم اس سے پہلے دے چکے ہیں کہ جمہور محدثین کے نزدیک یہاں تراویح ہی مراد ہے۔ جیسا کہ امام بیہقیؒ نے اس حدیث کے متصلاً حدیثیں نقل کر کے آپ کے اعتراض کیا جواب دیا ہے۔ آپ کو لفظ تراویح ہی سے چڑ ہے تو اس کا علاج ہمارے پاس نہیں ہے۔

سترہویں دلیل

﴿حديث على بن ربيعة﴾

﴿۴۹ حدیث﴾ عَن سَعِيد بن عُبَيد :أَنَّ عَلِي بن رَبِيعة كَانَ يُصَلِّي بِهِم فِي رَمَضَانَ خَمْس تَرْوِيحَاتٍ وَيُوتِر بِثَلَاثٍ. أخرجه أبو بكر بن أبى شيبة فى "مصنفه" ،وإسناده صحيح .﴿بذل المجهود للشيخ خليل أحمد سهارنفوری﴾

ترجمہ: حضرت سعید بن عبیدؒ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ربیعہؒ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے، وہ رمضان المبارک میں پانچ ترویحات یعنی بیس (۲۰) رکعات تراویح اور تین (۳) رکعات وتر پڑھاتے تھے۔

اثری صاحب ص۳۷ پر لکھا ہے۔ جائزہ

۱) ﴿علی بن ربیعہ تابعی ہیں اور ان کے اس اثر کی سند صحیح ہے مگر تابعی کا عمل قرآن

وسنت کی طرح حجت نہیں ہے۔ ہاں اگر اس کے عمل پر قرآن وسنت سے دلیل قائم ہو جائے تو وہ دلیل حجت ہے۔ ﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۷۱﴾

۱) اللہ کا شکر ہے کہ حدیث کو صحیح مانا، ورنہ اکثر حدیثوں کو زبردستی ضعیف کرنے کی کوشش کی ہے، شاید تھک گئے ہونگے۔ حدیث کو ضعیف کرنے کی کوئی ترکیب نظر نہ آئی ، تو دوسرا اعتراض کرڈالا کہ تابعی کا عمل حجت نہیں ہے۔ اثری صاحب کو ایک وہمِ باطل لاحق ہو گیا ہے کہ صحابہ وتابعین کا عمل خلاف سنت ہے۔ مگر اہل سنت والجماعت کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ وتابعین کا عمل کبھی خلاف سنت نہیں ہوسکتا۔ رسول اللہ ﷺ کے عمل کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جتنا قریب سے دیکھا ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کو حضرات تابعین نے جتنا قریب سے دیکھا ہے، کسی نے نہیں دیکھا۔ اور سنت رسول کا مطلب جتنا صحابہ وتابعین کو معلوم ہے، کسی کو معلوم نہیں ہوسکتا۔ اثری صاحب اور انکی جماعت والے ایک ہزار چار سو سال (۱۴۰۰) بعد ان کے عمل کو خلاف سنت ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں، کوئی مسلمان اس کا تصور نہیں کرسکتا۔

۲) اثری صاحب ص ۴۷ پر لکھتے ہیں۔

﴿ کیا علی بن ربیعہ اور ان کے مقتدی حضرات اسی پانچ ترویحہ پر اکتفا کرتے تھے یا مزید تہجد پڑھا کرتے تھے؟ اگر قاسمی صاحب کو کہیں اس کی صراحت مل جائے تو اس سے امت کو فائدہ پہونچائیں۔ ﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۷۲﴾

۲) اللہ کا شکر ہے کہ اثری صاحب نے پانچ ترویحہ یعنی بیس (۲۰) رکعات تراویح کو تو

مان لیا۔اب یہ سوال کہ وہ تہجد پڑھتے تھے یانہیں، صحیح حدیثوں میں حضرات تابعین کا رمضان المبارک میں تہجد پڑھنا ثابت ہے۔اوراس زمانے میں بھی مکہ ومدینہ میں بیس (۲۰) رکعات تراویح کے بعدتہجد پڑھی جاتی ہے۔فافھم وتامل

۳) اثری صاحب ص ۴۷ پر مزید لکھا ہے۔

﴿ کیا علی بن ربیعہ اوران کے مقتدی بیس رکعت تراویح کوسنتِ رسول ﷺ کہتے تھے جیسا کہ قاسمی صاحب کا خیال ہے؟ ﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۴۳﴾

۳) اثری صاحب! آپ کے مکتبہ اوہام میں رسول اللہ ﷺ کا گیارہ رکعات ہی تراویح پڑھنے کے متعلق ،اوربیس رکعات تراویح کے باطل ہونے کے متعلق بہت سی تحقیقات و معلومات موجود ہیں۔کیا علی بن ربیعہؒ اورانکے مقتدی بیس رکعات کو کیا کہتے تھے،آپ کا مکتبہ اوہام ان معلومات سے خالی ہے؟ صحابہ وتابعین کا عمل خلاف سنت نہیں ہوسکتا۔

اٹھارہویں دلیل

﴿حديث سويدبن غفلة﴾

﴿ ۵۰ حدیث ﴾ عَنْ أَبِي الخُصَيب قَا لَ: كَانَ يَؤُمُّنَا سُوَيد بن غَفْلَة فِي رَمَضَانَ، فَيُصَلِّي خَمْس تَرْوِيْحَات عِشْرِيْنَ رَكْعَة. ﴿سنن بيهقى،باب ما روى فى عدد ركعات القيام فى شهر رمضان ،إسناده حسن، "أوجزا لمسا لک" ﴾

ترجمہ: حضرت ابوخصیبؒ فرماتے ہیں کہ سوید بن غفلہؒ (تابعی ،م۸۰ھ) ہمیں رمضان المبارک میں پانچ ترویحات یعنی بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔

اثری صاحب ص ۵۷ پر لکھا ہے۔ **جائزہ**

۱) ﴿اس کی اسناد حسن ہے مگر یہ حجت نہی ہے کیونکہ اثر تابعی ہے اور تابعی کا قول وعمل حجت نہیں ہے۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۷۴﴾

۱) اللہ کا شکر ہے کہ یہاں بھی بیس (۲۰) رکعات کے عمل کو عمل تابعین مان لیا ہے، اور حدیث کو حسن بھی کہا ہے۔ حسب عادت ''مگر'' لگا کر کالا دھبہ لگا دیا ہے۔ آپ کے نزدیک عمل صحابہ ہی قابل حجت نہیں ہے، تو عمل تابعی کیسے حجت ہوسکتا ہے۔ جمہور علماء ومحدثین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین کے عمل ہی کو سنت رسول ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں۔ اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن راتوں میں باجماعت تراویح پڑھائی، اس کا علم حضرات صحابہ ہی کو تھا۔ لہذا صحابہ وتابعین کا عمل ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی توضیح وتشریح ہوگا۔

۲) **اثری صاحب ص ۵۷ پر مزید لکھا ہے۔**

﴿سوید بن غفلہ رحمہ اللہ نے بیس رکعت تراویح پڑھائی ہے مگر انھوں نے اسے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا ہے۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۷۵﴾

۲) اثری صاحب کا یہ لکھنا کہ حضرت سوید بن غفلہؒ نے بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھائی اور سنت نہیں کہا۔ اثری صاحب کو کیسے معلوم ہوا کہ حضرت سوید بن غفلہؒ نے اس کو سنت نہیں سمجھا۔ غالباً اثری صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضراتِ صحابہ وتابعین سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کر کے من مانی عمل کیا کرتے تھے۔

۳) **اثری صاحب ص ۵۷ پر مزید لکھا ہے۔**

﴿کیا سوید بن غفلہ رحمہ اللہ بیس رکعت تراویح کے پہلے یا بعد گیارہ یا تیرہ رکعت تہجد بھی پڑھتے تھے؟ جیسا کہ قاسمی صاحب کا مذہب ہے۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿٧٦﴾

۳) تراویح اور تہجد کے فرق کے متعلق ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں، جو آپ کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ سلف صالحین سحری تک قیام کرتے تھے، تو الگ سے تہجد نہیں پڑھتے تھے، اور جب تراویح مختصر پڑھتے، تو تہجد الگ سے پڑھا کرتے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اثری صاحب اب گیارہ (۱۱) رکعات سے تیرہ (۱۳) رکعات تک پہنچ گئے ہیں۔ انشاء اللہ بیس (۲۰) رکعات تک پہنچ جائیں گے۔

انیسویں دلیل

﴿حدیث ابن أبی ملیکة﴾

﴿۱۵ حدیث﴾ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: کَانَ ابن أَبِی مُلَیکَةَ یُصَلِّی بِنَا فِی رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً. رواه أبو بکر بن أبی شیبة وإسناده صحیح. ﴿بذل المجهود، باب فی قیام شهر رمضان، وأوجز المسالک، باب ماجاء فی قیام شهر رمضان﴾

ترجمہ: حضرت نافعؒ (تابعی) فرماتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہؒ (تابعی، م ۱۱۷ھ) ہمیں رمضان المبارک میں بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔

اثری صاحب ص ٧٦ پر لکھا ہے۔ جائزہ

۱) ﴿یہ اثر بھی صحیح الاسناد ہے، مگر ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ تابعی ہیں لہٰذا ان کا عمل سنت

نبوی ﷺ جیسا نہیں ہے کہ اس سے حجت پڑی جائے، زیادہ سے زیادہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی بیس رکعت کے ذریعہ قیام اللیل کرے تو بدعت نہیں ہے۔﴾

جائزہ پر جائزہ﴿۷۷﴾

۱) الحمدللہ اس حدیث کو بھی صحیح کہا ہے۔حق کو سمجھنے کی کوشش بھی کی ہے۔اپنے سابقہ رویہ سے ہٹ کر بیس رکعات تراویح کو بدعت، گمراہی، اور باطل نہیں کہا ہے۔ بلکہ بیس (۲۰) رکعات کے ذریعہ قیام اللیل کرنے کو بدعت نہیں لکھا ہے، مگر سنت رسول ہونے کا انکار کیا، یہی اثری صاحب کی بیماری ہے کہ سنت رسول کو صحابہ کے علاوہ دوسرے ذریعہ سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔اہل سنت والجماعت کے نزدیک جمہور صحابہ کا عمل سنت رسول ﷺ ہی ہے۔اور تابعین کا عمل صحابہ کے موافق ہو تو سنت رسول ہی ہے۔

۲) اثری صاحب ص ۷۶ پر مزید لکھا ہے۔

﴿ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ تابعی نے بیس رکعت تراویح کو سنت نہیں کہا ہے بلکہ کسی صحابی یا تابعی نے بیس رکعت تراویح کو سنت نہیں کہا ہے۔﴾

جائزہ پر جائزہ﴿۷۸﴾

۲) اثری صاحب کو کیسے معلوم ہوا کہ کسی صحابی یا تابعی نے بیس رکعات تراویح کو سنت نہیں کہا۔اثری صاحب کو اس کی دلیل پیش کرنی چاہیئے تھی۔بغیر دلیل کے اثری صاحب کا دعوی نا قابل قبول ہے۔صحابہ وتابعین سب سے زیادہ اتباع سنت کے حریص تھے۔لہذا ہمیں یقین راسخ ہے کہ وہ سنت سمجھ کر ہی پڑھتے تھے۔

۳) اثری صاحب ص ۷۶ پر مزید لکھا ہے۔

﴿موصوف نے ''عشرین رکعة'' کا ترجمہ ''بیس رکعت تراویح'' کیا ہے جبکہ صحیح

ترجمہ صرف ''بیس رکعت'' ہوتا ہے، کیا ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بھی موصوف کی طرح تراویح اور تہجد کو الگ الگ مانتے تھے اور قیام اللیل یعنی تہجد یا تو پڑھتے ہی نہیں تھے یا پڑھتے تھے تو بیس رکعت کے علاوہ پڑھتے تھے؟

جائزہ پر جائزہ ﴿۷۹﴾

۳) عشرین رکعة کا صحیح ترجمہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک اپنے سیاق وسباق کے اعتبار سے تراویح ہی ہے۔ چونکہ اثری صاحب تراویح کا انکار کرتے ہیں اسلئے ان کو بار بار یہ اشکال ہوتا ہے۔ تابعین اور سلف سے تراویح کے بعد تہجد پڑھنا ثابت ہے۔ اب بھی مسجد حرام اور مسجد نبوی ﷺ میں تراویح کے بعد تہجد با جماعت پڑھی جاتی ہے۔ پوری رات اگر کوئی تراویح پڑھے تو پھر تہجد پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بیسویں دلیل

﴿حدیث عطاء بن أبی رباح﴾

﴿۵۲ حدیث﴾ وَرَوَىٰ مُحَمَّدُ بْن نَصرَ مِنْ طَرِيقِ عَطَاء قَالَ: أَدْرَكْتُهُم فِي رَمَضَانَ يُصَلُّونَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً، وَثَلَاث رَكعات الوتر.

﴿فتح الباری للعلامة ابن حجرا لعسقلانی، باب فضل من قام رمضان﴾

وقال العلامة النیموی : إسناده حسن .

ترجمہ: محمد بن نصرؒ حضرت عطاءؒ (تابعی، م ۱۱۴ھ) سے روایت نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس (۲۰) رکعات تراویح اور تین (۳) رکعات وتر پڑھتے دیکھا ہے۔

اثری صاحب ص ۷۷ پر لکھتے ہیں۔ جائزہ

۱) ﴿اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے اپنی ''مصنف''میں بسند حسن اس لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے: **عَنْ عَطَاء قَالَ: أدْرَكْتُ الناس وَهُمْ يُصَلُّونَ ثَلَاثاً وعِشْرِينَ رَكْعَةً بالوِتْرِ.** (عطاء سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے لوگوں کو اس حال میں پایا کہ وہ وتر کے ساتھ تیئیس (۲۳) رکعت نماز پڑھتے تھے)۔ یہ عطاء بن ابی رباح کی روایت ہے اور وہ مکی تابعی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام **رضوان اللہ علیھم أجمعین** کے زمانہ میں تراویح (قیام اللیل) مع وتر تیئیس رکعت پڑھی گئی لہذا اگر کوئی جماعت تیئیس رکعت کے ساتھ قیام اللیل کرتی ہے تو یہ جائز ہے لیکن اسے سنت رسول ﷺ نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ صحابہ و تابعین نے اسے سنت رسول ﷺ نہیں کہا اور نہ ہی سنت رسول ﷺ سے افضل کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی سنت رسول ﷺ اختیار کرنے والے کو طعن و تشنیع کی جا سکتی ہے۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۸۰﴾

۱) الحمدللہ اثری صاحب نے یہاں عشرین رکعۃ سے تراویح مراد لیا ہے۔ ابھی تک بار بار یہ اعتراض کر رہے تھے کہ تراویح کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ بالآخیر سچائی بلا ارادہ اثری صاحب کے قلم سے ظاہر ہو ہی گئی۔ یہاں بھی اثری صاحب نے صحابہ کے زمانہ میں بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھنے کو تسلیم کیا ہے، اور بیس رکعات تراویح کو جائز لکھا ہے۔ لیکن اسے سنتِ رسول کہنے سے انکار کیا ہے۔ علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک صحابہ و تابعین کا عمل خلاف سنت نہیں ہو سکتا۔ لہذا بیس (۲۰) رکعات تراویح کو بھی سنت کہا جائے گا۔ اگر اثری صاحب کی سمجھ میں نہ آتا ہو، تو بیس (۲۰) رکعات پڑھنے والوں پر طعن و تشنیع نہ کریں۔ اثری صاحب کو کن ذرائع سے معلوم ہوا کہ صحابہ و تابعین بیس (۲۰) رکعات تراویح کو سنت رسول

صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سمجھتے تھے؟ اثری صاحب وضاحت کرتے تھے امت کو فائدہ ہوسکتا تھا۔

۲) اثری صاحب ص ۸۷ پر لکھا ہے۔

﴿یہاں بھی موصوف نے ''عشرین رکعة'' کا ترجمہ ''بیس (۲۰) رکعات تراویح'' کیا ہے اور یہ صحیح ہے بشرطیکہ مطلق طور سے قیام اللیل مراد لیا جائے لیکن اگر قاسمی صاحب کے مذہب کے مطابق دیکھا جائے تو اس بیس (۲۰) سے یا تو قیام اللیل مراد ہوگا یا تراویح اور ان دونوں میں سے ایک کی تعیین کے لئے دلیل کی ضرورت پڑے گی اور دوسرے کے بارے میں سوال ہوگا کہ وہ اسے پڑھتے تھے یا نہیں؟﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۸۱﴾

۲) یہاں عشرین رکعة کا ترجمہ بیس رکعات تراویح کرنے کو صحیح لکھا ہے، حالانکہ اس سے پہلے مسلسل غلط لکھتے آرہے تھے۔صحابہ وتابعین کے عمل کو اختیار کر کے بیس (۲۰) رکعات شروع کردیجئے ،اورصحابہ کے عمل کو خلاف سنت سمجھنا چھوڑ دیجئے ، دلیل خود بخود سمجھ میں آجائے گی۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کبھی نہیں ہوسکتا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ہی عین سنت رسول ہے۔

اکیسویں دلیل

﴿حدیث عبدالرحمٰن بن ہرمز الأعرج﴾

﴿۵۳حدیث﴾ عَنْ مَالِكٍ ،عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ،أَنَّهُ سَمِعَ الأَعْرَجَ يَقُولُ: مَا أَدْرَكْتُ النَّاسَ إِلاوَهُمْ يَلْعَنُونَ الْكَفَرَةَ فِي رَمَضَانَ، قَالَ: وَكَانَ الْقَارِىءُ يَقْرَأُ سُورَةَ الْبَقَرَةِ فِي ثَمَانِ رَكَعَاتٍ،فَإِذَا قَامَ بِهَا فِي اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً، رَأَى النَّاسُ أَنَّهُ قَدْ خَفَّفَ. ﴿مؤطا امام مالک،باب ما جاء فی قیام رمضان،وسنن

بیھقی،باب قدرقراء تھم فی قیام شھر رمضان ﴾

ترجمہ: حضرت داؤد بن حصین سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن اعرج ؒ (تابعی،م ۱۱۷ھ) سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ رمضان المبارک میں دشمنوں کے خلاف دعائیں کیا کرتے تھے (یعنی دعاء قنوت پڑھتے تھے) اور امام سورۃ بقرۃ آٹھ رکعات میں ختم کرتے تھے اور جب کبھی وہ اس سورت کو ۱۲ ویں رکعت میں پڑھتے تو ہم یہ سمجھتے کہ انہوں نے قرآت میں تخفیف کی ہے۔

اثری صاحب ص ۹۷ پر لکھتے ہیں۔ جائزہ

۱) ﴿اس اثر کی سند بھی صحیح ہے لیکن یہ مرفوع حدیث نہیں ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو لہذا یہ حجت نہیں ہے۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۸۲﴾

۱) الحمدللہ اس حدیث کو بھی صحیح لکھا ہے، لیکن مرفوع نہ ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہیں مانا ہے۔ چونکہ اثری صاحب نے گیارہ رکعات کا عینک لگا کر جائزہ لکھنا شروع کیا ہے، اسلئے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے عمل کے متعلق جتنی حدیثیں ذکر کی گئیں تھی، اس کی سند کو کسی نہ کسی طرح ضعیف کرنے کی کوشش کی تھی۔ تاکہ بیس رکعات کو کسی طرح ثابت نہ کیا جاسکے۔ اور اب حدیثوں کو صحیح کہہ کر "مگر" اور "لیکن" لگا کر اسکو نا قابل حجت لکھنا شروع کیا ہے۔ جمہور علماء کا عقیدہ ہے کہ صحابہ و تابعین کا عمل بھی عین سنت رسول ﷺ ہے، اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خیر الناس قرنی، ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم (سب سے اچھے لوگ میرے زمانہ کے (یعنی صحابہ) پھر انکے بعد والے (یعنی تابعین)، پھر انکے بعد والے (یعنی تبع تابعین)

۲) اثری صاحب ص ۹۷ ہی پر لکھا ہے۔

﴿اس اثر میں بیس رکعت تراویح کا ذکر نہیں ہے بلکہ آٹھ اور بارہ رکعت پڑھنے کا ذکر ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عہد صحابہ وتابعین میں آٹھ رکعت پڑھنے والوں میں سے بعض لوگ کبھی آٹھ رکعت سے زیادہ بھی پڑھتے تھے تاہم اس میں یہ احتمال ہے کہ اس بارہ رکعت میں وتر کی بعض رکعتیں شامل ہوں۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۸۳﴾

۲) اثری صاحب نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں بیس رکعات کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ آٹھ اور بارہ رکعت کا ذکر ہے۔ یہ حدیث اسی لئے لکھی گئی ہے کہ آپ کا گیارہ رکعات کا دعویٰ باطل ثابت ہوجائے۔اس لئے کہ آپ گیارہ رکعات سے زیادہ پڑھنے کے قائل ہی نہیں ہیں۔ اوراس حدیث میں بارہ(۱۲)رکعات پڑھنے کا نہیں، بلکہ بارہ رکعات میں سورہ بقرہ ختم کرنے کا ذکر ہے،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد صحابہ وتابعین میں اثری صاحب کی مزعومہ آٹھ(۸) رکعات سے زیادہ پڑھنے کا معمول تھا۔ رہا اثری صاحب کا یہ لکھنا کہ بارہ (۱۲)رکعات میں وتر بھی شامل ہوسکتی ہیں، ایسا لگتا کہ گھبراہٹ میں وتر کے معنی بھی بھول گئے ہیں۔

قارئین کرام ! وتر کے معنی طاق کے ہیں یعنی ۱،۳،۵،۷،۹،۱۱،۱۳،۱۵،۱۷،۱۹،۲۱،۲۳، وغیرہ۔اب فیصلہ کریں کہ بارہ رکعات وتر (طاق) کیسے ہوسکتی ہیں۔

۳) اثری صاحب ص۹۷ پر مزید لکھتے ہیں۔

﴿آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنے والے صحابہ وتابعین میں سے کسی نے آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنے کو سنت نبوی ﷺ نہیں کہا ہے۔**فافهم و تأمل**۔﴾

۳) اثری صاحب کو ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) سال بعد کیسے معلوم ہوا کہ صحابہ وتابعین بیس رکعات تراویح کو سنت نبویہ ﷺ نہیں سمجھتے تھے۔اثری صاحب ہی بتائیں کہ صحابہ وتابعین بیس رکعات کو کیا سمجھ کر پڑھتے تھے؟ سنت یا کچھ اور؟ ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین اگر تم سچے ہو تو دلیل لاؤ۔

بیس رکعت تراویح پر اجماع کے دعوے کی حقیقت کے بیان میں

قاسمی صاحب (ص ۴۵ تا ۴۶) میں ''اجماع صحابہ پر عمل ضروری ہے'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث اور اقوال علماء امت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا مسلسل عمل بیس رکعات پڑھنے کا تھا تو علماء وفقہا نے بیس (۲۰) رکعات تراویح ہی کو سنت قرار دیا۔ جو دو دو رکعات پانچ ترویحات کے ساتھ پڑھی جائے گی۔امیر المؤمنین کے حکم، اجماع صحابہ، اجماع علماء امت کے بعد اس کی خلاف ورزی اللہ ورسول کی خلاف ورزی ہوگی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یٰآَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُو آاَطِیْعُوااللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ.﴿سورۃ نساء : ۵۹﴾

ترجمہ:۔ اے مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور امیر کی اطاعت کرو۔ اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

﴿۵۴ حدیث﴾ اِنَّہُ مَنْ یَعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرٰی اخْتِلافاً کَثِیْراً فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِی وَسُنَّۃِالْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْا بِھَا وَعَضُّوا

عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. ﴿سنن أبی داؤد، باب فی الزوم السنة، وسنن ترمذی، وقال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح، باب الاخذ بالسنة واجتنا ب البدعة، ومسند أحمد، الفتح الربانی ۱/۱۸۸﴾

ترجمہ:۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا، اس وقت تم میرے اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین (یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم) کے طریقے کو لازم پکڑو اور اس پر مضبوطی سے قائم رہو اور اپنی طرف سے دین میں کوئی بات ایجاد مت کرو۔ (رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کے طریقہ کے علاوہ) ہر ایجاد کردہ امر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور دوسری روایت میں ارشاد فرمایا:

﴿۵۵ حدیث﴾ اقْتَدُوْا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَر.

﴿سنن ترمذی، وقال الترمذی هذا حدیث حسن ۲/۲۰۷، و مسند أحمد، الفتح الربانی ۲۲/۱۸۲﴾

ترجمہ:۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بعد ابو بکر اور عمر کی اتباع کرو۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے جنتی لوگوں کی نشانی مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي (جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر عمل کرے) بیان فرمائی۔ (مکمل حدیث ہماری کتاب "تراویح سنت کے مطابق پڑھیئے" ص ۱۶۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

اثری صاحب ص۸۲ پر لکھتے ہیں۔جائزہ

۱) ﴿سب سے پہلی بات یہ ہے کہ بیس رکعت تراویح پر اجماع سے کیا مراد ہے؟ کیا بیس رکعت تراویح کے واجب ہونے اور گیارہ یا تیرہ رکعت تراویح کے حرام ہونے پر اجماع ہے؟ یا بیس رکعت تراویح کے گیارہ یا تیرہ رکعت تراویح سے افضل ہونے پر اجماع ہے؟ یا بیس رکعت تراویح کے جائز ہونے اور گیارہ یا تیرہ رکعت تراویح کے سنت ہونے پر اجماع ہے؟ یا بیس رکعت تراویح کے سنت رسول ﷺ ہونے اور گیارہ یا تیرہ رکعت تراویح کے منسوخ یا باطل ہونے پر اجماع ہے؟ امید ہے کہ قاسمی صاحب اپنی کتاب کے اگلے ایڈیشن میں میرے ذکر کردہ سوالوں کی روشنی میں اس کی وضاحت فرمائیں گے کہ بیس رکعت پر اجماع سے کیا مراد ہے؟﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۸۵﴾

الف) اثری صاحب نے یہاں حسب عادت اجماع کا بھی انکار کیا ہے۔اجماع کے خلاف کوئی دلیل دینے کے بجائے چند سوالات کرڈالے ہیں،تاکہ ذہن اصل مدعا سے ہٹ جائے،اسکے جواب میں عرض ہے کہ بیس رکعات تراویح پر صحابہ، تابعین اور علماء امت کا اجماع ہوا۔**عن السائب بن یزید رضی اللہ عنہ قال: کانوا یقومون علی عهد عمر فی شهر رمضان بعشرین رکعة، وکانوا لیقرء ون بالمئین من القرآن.** ﴿**مسند ابن الجعد ۲۸۲۵ ،وإسناده صحیح علی شرط الشیخین**﴾

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ (صحابی،م ۹۱ھ) فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رمضان المبارک کے مہینہ میں صحابہ وتابعین بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھتے تھے،اور وہ سو سو آیتیں پڑھا کرتے تھے۔

اجماع کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ سوائے غیر مقلدیوں کے پورے علماء اسلام بیس (۲۰) رکعات تراویح کو سنت کہتے ہیں، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اگر کوئی دن کو رات کہے تو اسکا علاج نہیں ہے۔ بیس (۲۰) رکعات تراویح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے لے کر آج تک تواتر کے ساتھ پڑھی جارہی ہے۔ کوئی فرد یا چند افراد اس کا انکار کریں تو اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

۲) اثری صاحب ص ۸۲ ہی پر لکھا ہے۔

﴿کسی بھی صحابی کا بیس رکعت تراویح پڑھنا ثابت نہیں ہے، اسکی تفصیل گزر چکی ہے، اور یہ بھی بسند صحیح گزر چکا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داری رضی اللہ عنہ کو گیارہ رکعت تراویح کی نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ پھر بیس رکعت پر اجماع صحابہ کیسا؟ خیالی اجماع؟﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۸۶﴾

۲) الف) اثری صاحب نے یہاں لکھا ہے کہ کسی بھی صحابی کا بیس رکعت تراویح پڑھنا ثابت نہیں ہے، اثری صاحب کے حافظہ کی کمزوری ہے یا تلبیس کاری ہے، معلوم نہیں۔ اس سے پہلے کئی مرتبہ صحابہ کے بیس رکعات تراویح پڑھنے کو تسلیم کر چکے ہیں، جیسا کہ ص ۴۵ پر لکھا ہے۔ ''بلکہ زیادہ سے زیادہ جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ عہد عمر رضی اللہ عنہ میں ماہ رمضان میں کچھ لوگ جن میں صحابہ و تابعین دونوں ہو سکتے ہیں، بیس رکعت کے ذریعہ قیام اللیل کرتے تھے اور بہت طویل رکعتیں پڑھتے تھے۔ لہذا اس روایت کی بنا پر اگر کوئی بیس رکعت پڑھتا ہے تو اسے بدعت نہیں کہا جائیگا۔ الخ'' حضرت عطاء ابن رباحؒ کی روایت کے ذیل میں اثری صاحب ص ۷۷ میں لکھا ہے۔ ''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں تراویح (قیام اللیل) مع وتر تئیس

(۲۳)رکعت پڑھی گئی اگرکوئی جماعت تیئس رکعت کے ساتھ قیام اللیل کرتی ہے تو یہ جائز ہے،الخ‘‘

قارئین کرام! اثری صاحب کو کوئی قرار نہیں ہے ۔کبھی بیس(۲۰)رکعات کا مطلقاً انکار کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ میں سے کسی نے نہیں پڑھا۔کبھی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نہیں پڑھا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پڑھا۔کبھی لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مرضی اور علم کے بغیر بیس (۲۰)رکعات پڑھا۔کبھی لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیس رکعات پڑھتے تھے،مگر سنت سمجھ کر نہیں پڑھتے تھے۔

آخر میں لکھتے ہیں کہ کسی بھی صحابی کا بیس رکعت تراویح پڑھنا ثابت نہیں ہے۔اثری صاحب کی عجیب حالت ہے۔تذبذب میں مبتلا ہیں۔انہی جیسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔**مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا** o تذبذب میں مبتلا رہتے ہیں،نہ ادھر،نہ ادھر۔جسکو اللہ گمراہ کرے، وہ صحیح راستہ پانہیں سکتا۔جو شخص سواد اعظم ،اجماع امت سے ہٹ کر اپنی رائے اور فکر پر عمل کرے گا،وہ شخص ہمیشہ تذبذب میں مبتلا رہے گا۔اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائے۔

ب) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیس (۲۰)رکعات تراویح پڑھانا بسند صحیح گزر چکا ہے اور صحابہ وتابعین کے بیس رکعات پڑھنے کی روایات کو اثری صاحب نے صحیح تسلیم بھی کیا ہے، اور ائمہ مجتہدین اور علماء امت نے بھی بیس (۲۰)رکعات تراویح کو سنت لکھا ہے ،تو اجماع خیالی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔اثری صاحب کا اجماع کا انکار تعصب وہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔

۳) اثری صاحب ص۸۲ پر مزید لکھا ہے۔

﴿اگر بعض صحابہ سے بیس رکعت تراویح ثابت بھی مان لی جائے تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ سارے صحابہ کا بیس رکعت تراویح پر اجماع ہوگیا۔اولاً سارے صحابہ جماعت

سے تہجد پڑھتے ہی نہ تھے،ثانیاً تہجد کی رکعات کی تعداد سنت نبویہ میں ثابت ہے جس پر سارے صحابہ کا عمل ترک کر دینا بعید ہے اور دلیل وثبوت کا محتاج ہے۔ ﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۸۷﴾

۳)الف) حدیث كَانُوايَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ، بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً سے بعض صحابہ مراد نہیں ہیں بلکہ اکثر صحابہ مراد ہیں۔

ب) اثری صاحب کا یہ لکھنا کہ سارے صحابہ جماعت سے تہجد پڑھتے ہی نہ تھے، صحیح ہے،مگر تراویح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باجماعت پڑھا کرتے تھے۔

ج) اثری صاحب کا یہ لکھنا کہ تہجد کی رکعات کی تعداد سنت نبویہ میں ثابت ہے،عرض کہ تراویح کی رکعات کی تعداد بھی سنت نبویہ میں ثابت ہے،اوراس کا علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیس(۲۰)رکعات تراویح پڑھی۔ لہذا صحابہ کا عمل سنتِ نبویہ ہی ہوگا۔اور تہجد کی رکعات بھی صرف آٹھ رکعات نہیں ہیں، بلکہ زیادہ اور کم دونوں ثابت ہیں۔

۴) اثری صاحب ص۸۳ پر لکھا ہے۔

﴿رہا صحابہ کے بعد تابعین کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پر اجماع کا دعوی تو اس کی بھی حقیقت سن لیجئے۔امام ابوبکر ابن ابی شیبہ ’’المصنف‘‘(۷۷۱)میں کہتے ہیں:

’’حَدَّثَنَاابْنُ مَهْدى عَنْ دَاوُدَبْنِ قَيْسٍ قَالَ:أَدْرَكْتُ النَّاس بِالْمَدِيْنَة فِي زَمَنِ عُمَرَبْنِ عَبْدِالْعَزِيزِوَأَبَانِ بْنِ عُثْمَانَ يُصَلُّونَ سِتَّةً وَّثَلا ثِيْنَ رَكْعَةً وَيُوتِرُونَ بِثَلَاثٍ‘‘(داود بن قیس نے کہا: میں نے عمر بن عبدالعزیز اور اَبان بن عثمان کے زمانہ میں مدینہ میں لوگوں کو پایا وہ چھتیس رکعت پڑھتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے)اس کی سند صحیح ہے اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی وفات ۱۰۱ھ میں اور ابان بن عثمان بن عفان رحمہ

اللہ کی وفات ۱۰۵ھ میں ہوئی ہے اور یہ دونوں تابعین میں سے ہیں۔اورابن عبدالبر ''الإستذکار'' (۱۵۷/۵)میں کہتے ہیں:''ذکر ابن القاسم عن مالک:تسع وثلاثون والوتر ثلاث وزعم أنه الأمر القديم. (ابن القاسم نے امام مالک رحمہ اللہ سے انتالیس رکعت اور وتر تین رکعت نقل کی ہے اور کہا ہے کہ یہ قدیم امر ہے)۔اورابن ابی شیبہ نے''المصنف''(۷۷۶۹)ہی میں کہا ہے:''حدثنا حفص عن الحسن بن عبيداللهقال : كان عبدالرحمٰن بن الأسود يصلي بنا في رمضان أربعين ركعة ويوتر بسبع ''(حسن بن عبیداللہ نے کہا:عبدالرحمٰن بن اسود ہم کو رمضان میں چالیس رکعت نماز پڑھاتے تھے اور سات رکعت وتر پڑھتے تھے)۔اس کی سند صحیح ہے،اور حفص سے مراد حفص بن غیاث نخعی کوفی ہیں،اور حسن بن عبیداللہ نخعی کوفی ہیں اور عبدالرحمٰن بن اسود نخعی تابعی میں سے ہیں،ان کی وفات ۹۹ ہجری میں ہوئی جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی ''تقريب التهذيب''(۳۸۰۳)میں ہے۔

کیاان صحیح روایات وحقائق کے بعد بھی بیس رکعت تراویح پر اجماع کے دعوے کے جھوٹے ہونے کے بارے میں کوئی شک وشبہ رہ جاتا ہے؟

جائزہ پر جائزہ ﴿۸۸﴾

۴) تابعین کے اجماع کے رد میں اثری صاحب جو دلائل دئے ہیں ، انکا حالت زار سن لیجئے۔سب سے پہلے اثری صاحب نے داود بن قیسؒ کی روایت نقل کی ہے،تعجب کہ داود بن قیسؒ کی روایت کو صفحہ ۳۱ میں منکر یا شاذ لکھا ہے،اور یہاں پر سند کو صحیح لکھا ہے،جب اپنے مقصد کے موافق ہو تو راوی معروف،اور اپنے مسلک کے خلاف ہو تو راوی مجہول اور روایت منکر۔اثری صاحب! اسی دوہرے معیار کو تلبیس کاری،فریب کاری،اور نفس پرستی کہتے ہیں۔رہا چھتیس رکعات کے پڑھنے کے متعلق اثری صاحب نے جو کچھ لکھا ہے، اس سے

گیارہ رکعات کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ باطل ہوتا ہے۔اثری صاحب نے کوئی نئی بات نہیں لکھی ہے، بلکہ ہمیں معلوم ہے کہ لوگ مدینہ میں ۳۶ رکعات وغیرہ پڑھا کرتے تھے، اس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب میں لکھی ہے کہ وہ لوگ بیس (۲۰) رکعات ہی تراویح پڑھا کرتے تھے اور اسکے علاوہ بھی نفل پڑھا کرتے تھے، اسی لئے تمام فقہاء نے بیس رکعات تراویح ہی کو سنت لکھا ہے۔زائد رکعات کو سنت نہیں لکھا ہے۔اجماع کے وجہ سے ہی بعد میں بیس رکعات سے زائد والے عمل کو ختم کر دیا گیا۔صحابہ کے زمانہ سے لے کر آج تک بیس (۲۰) رکعات تراویح عام جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

اگر کوئی بیس (۲۰) رکعات سے کم تراویح پڑھے اور قیام، رکوع، قرآت طویل نہ کرے اور ثلث (پاؤ)، نصف (ادھی) یا پوری رات تراویح نہ پڑھے تو وہ خلاف سنت وخلاف اجماع ہوگا۔اثری صاحب کے تحریر کردہ حقائق، حقائق نہیں ہیں، بلکہ اوہام باطلہ اور علمی خیانت ہے۔

۵) اثری صاحب ص۸۴ پر لکھا ہے۔

﴿امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی "سنن" میں "**باب ماجاء فی قیام شهر رمضان**" میں قیام رمضان کی تعدادِ رکعات کے بارے میں علماء کے اختلافات کو بیان کیا ہے چنانچہ کہا ہے: **واختلف أهل العلم.................الخ**

امام ترمذی کا یہ کلام قاسمی صاحب کے مزعوم اجماع کی دھجیاں اڑا رہا ہے کیونکہ امام ترمذی نے بیس رکعت قیام رمضان کی نسبت اکثر علماء کی طرف کی ہے نہ کہ سارے علماء کی طرف۔اور وہ اسے سارے علماء کی طرف کیونکر منسوب کر سکتے ہیں جبکہ اہل مدینہ وتر سمیت اکتالیس رکعت قیام رمضان کرتے تھے اور یہی قول امام اسحاق بن راھویہ کا بھی ہے اور اہل

مدینہ کا اکتالیس رکعت تراویح پڑھنا اور اسحاق بن راھویہ کا اس کو اختیار کرنا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ بیس رکعت تراویح پر صحابہ کا کوئی اجماع نہیں ہے کیونکہ اگر بیس رکعت تراویح پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوتا تو اہل مدینہ اور اسحاق بن راھویہ ہرگز اس کی مخالفت نہ کرتے۔ لہذا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بیس رکعت تراویح پر اجماع محض خیالی اور وہمی اجماع ہے۔﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۸۹﴾

۵) امام ترمذیؒ کا یہ کلام اجماع کی دھجیاں نہیں اڑا رہا ہے، بلکہ اثری صاحب کے وہم باطل وعلم ناقص کی دھجیاں اڑا رہا ہے۔ اسلئے کہ امام ترمذیؒ **وأكثر أهل العلم على ماروى عن عمر وعلى وغيرهما من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم عشرين ركعة، وهو قول الثوري وابن المبارك والشافعي.** (یعنی جمہور علماء کے نزدیک تراویح بیس ہی رکعات ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایتوں کی بناپر، اور امام سفیان ثوریؒ، امام عبداللہ بن مبارکؒ اور امام شافعیؒ کا یہی قول ہے) فرما کر اجماع، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل، اور جمہور علماء کا مذہب ثابت کررہے ہیں۔ امام ترمذیؒ یہاں **أكثر أهل العلم** (Majority) کہہ کر اثری صاحب کے دعویٰ کو باطل کر رہے ہیں کہ بیس (۲۰) رکعات تراویح کو جمہور کا مذہب کہہ کر، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ سے بیس رکعات کی روایات کی طرف اشارہ کررہے ہیں، اور بیس (۲۰) سے زیادہ کے عمل کو بعض (Minority) کا عمل فرما رہے ہیں۔ اور آٹھ رکعات کا ذکر نہ کر کے آٹھ رکعات کے تراویح نہ ہونے کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔ **فافهم وتأمل۔**

۶) اثری صاحب ص ۸۶ پر لکھا ہے۔

﴿علماء کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جو اس بات کی قائل ہے کہ قیام اللیل یا صلاۃ

اللیل شریعت میں غیر محدود ہے لہذا جو چاہے کم پڑھے اور جو چاہے زیادہ پڑھے۔ان علماء میں سے بعض علماء کے اقوال کا ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے،الخ﴾

جائزہ پر جائزہ﴿۹۰﴾

٦) اثری صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلوان یہاں پھسل گئے، پہلے گیارہ (۱۱) رکعات تراویح اور تہجد ہی پر اصرار کرتے تھے،اب لکھ رہے ہیں کہ صلاۃ اللیل اور قیام اللیل شریعت میں غیر محدود ہے۔الحمدللہ ہماری کتاب کے پڑھنے سے اتنا فائدہ ہوا کہ گیارہ (۱۱) رکعات کے دعویٰ سے دست بردار ہو گئے۔

علامہ ابن عبدالبرؒ، قاضی عیاضؒ،علامہ عراقیؒ ،علامہ شوکانیؒ کی عبارت سے اثری کا گیارہ (۱۱) رکعات تہجد کا دعویٰ باطل ہوتا ہے۔اثری صاحب نے ان علماء کی مختصر عبارت دے کر عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے،جبکہ ان علماء نے تہجد اور تراویح کے دو الگ الگ باب قائم کئے ہیں۔اور تہجد کی رکعات کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں ہے ،اثری صاحب کے نزدیک تہجد اور تراویح میں فرق نہیں ہے،اسلئے انکو دھوکہ ہوتا رہتا ہے۔
ان تمام علماء کے نزدیک تراویح بیس رکعات ہی ہے۔

الف) علامہ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں۔

وأن الصحيح ثلاث وعشرون وإحدى وعشرون ركعة، والله أعلم .... وهو قول جمهور العلماء وبه قال الكوفيون والشافعي وأكثر الفقهاء وهو الصحيح عن أبي بن كعب من غير خلاف من الصحابة. (الإستذكار ۲/۵۵) (تراویح کی صحیح رکعات اکیس (۲۱) اور تیئس (۲۳) ہی ہے، واللہ اعلم۔اور یہی جمہور علماء وفقہاء کا قول ہے اور احناف وشوافع کا بھی یہی مسلک ہے۔اسلئے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھانا اور صحابہ

کا اختلاف نہ کرنا ثابت ہے)

ب) تراویح کے باب میں قاضی عیاضؒ کی رائے کو امام نوویؒ نے اسطرح لکھا ہے۔

مذهبنا أنها عشرون ركعة............ونقله القاضى عياض عن جمهور العلماء. (المجموع ۳۲/۴)

(شوافع کے نزدیک تراویح بیس (۲۰) رکعات ہے.........اور قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ یہی جمہور علماء کا مسلک ہے۔

ج) علامہ زین الدین عراقیؒ لکھتے ہیں۔

لَمْ يُبَيَّنْ فِى هذا الحديث عَدَدُ الركعاتِ الَّتِى صَلَّاهُنَّ النَّبِىُّ ﷺ تلك الليالى فى المسجد وقدقالت عائشة رضى اللهعنها ما زاد النبى ﷺ فى رمضان ولاغيره على إحدى عشرة ركعة. فالظاهر أنه كذلك فعل فى هذا المحل لكن عمر رضی اللہ عنہ لما جمع الناس على صلاة التراويح فى شهر رمضان مقتدين بأبى بن كعبٍ صلى بهم عشرين ركعة غير الوتر وهو ثلاث ركعاتٍ...... .... وَعَدُّ واماوقع فى زمن عمر رضی اللہ عنہ كالإجماع. (طرح التثريب ۴۰۶/۳)

یعنی جس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا تراویح پڑھانا مذکور ہے، اس میں رکعات کا ذکر نہیں ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں رمضان وغیر رمضان میں گیارہ (۱۱) رکعات سے زیادہ نہ پڑھنے کا ذکر ہے، اس سے ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا عمل یہی تھا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں لوگوں کو تراویح پڑھنے پر جمع فرمایا تو وہ بیس (۲۰) رکعات تراویح اور تین (۳) رکعات وتر پڑھاتے تھے.............. علامہ عراقیؒ بیس

(۲۰) رکعات کی روایات اور بیس (۲۰) رکعات کے متعلق علماء کے اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے بیس (۲۰) رکعات کے عمل کو علماء نے اجماع قرار دیا ہے۔

د) علامہ شوکانیؒ کی اس عبارت سے اجماع کی تردید نہیں ہوتی ہے، بلکہ آپ کا گیارہ (۱۱) رکعات تراویح کا دعویٰ باطل ہوتا ہے۔

ھ) علامہ سیوطیؒ نے بھی **المصابیح** کے آخر میں بیس (۲۰) رکعات تراویح کے اجماع پر علامہ سبکیؒ کا قول نقل کیا ہے۔

تراویح کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول فتویٰ

جائزہ پر جائزہ ﴿۹۱﴾

۱/۲/۳) اثری صاحب نے امام ابوحنیفہؒ کے قول کے متعلق بلاضرورت طویل بحث کی ہے۔اور حسب عادت اس قول کو بھی ضعیف لکھا ہے۔جبکہ اثری صاحب نے گیارہ (۱۱) رکعات کی تائید میں کتنے اقوال بے سند نقل کئے ہیں۔اگر ہر بات کی سند درکار ہو تو انسان کے نسب کے صحیح ہونے کی بھی سند درکار ہوگی۔اگر امام ابوحنیفہؒ کے اس قول کی سند ضعیف ہو تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔اسلئے کہ تمام فقہاء و محدثین نے امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ کا بیس (۲۰) رکعات ہی کا قول نقل کیا ہے۔اور امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ سے لیکر آج تک تمام احناف بیس (۲۰) تراویح ہی پڑھتے آرہے ہیں۔اثری صاحب ہی کے الفاظ میں، اثری صاحب کی طویل بحث بے اثر، نری جہالت، اور خالص حماقت بلکہ عقل سے پیدل آدمی کا کام ہے۔

''بیس رکعت تراویح کی بابت علامہ علاء الدین کاسانی حنفی کا دعویٰ اجماع'' کے عنوان کے تحت اثری صاحب ص ۹۵ پر لکھتے ہیں۔

۱) ﴿ عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بیس رکعت نہیں بلکہ گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا تھا، جیسا کہ موطأ امام مالک کے حوالہ سے پیچھے بارہا گزر چکا ہے، اس لئے اگر اجماع ہوا تو گیارہ رکعت پر ہوا نہ کہ بیس رکعت پر۔ بیس رکعت تراویح کی روایات ضعیف بھی ہیں اور صحیح حدیث کے مخالف بھی جیسا کہ پیچھے تفصیل سے گزر چکا ہے، اس لئے ضعیف روایات کی بنیاد پر اجماع کا دعوی کرنا بالکل بے بنیاد ہے اور اُس کی بلا تنبیہ حکایت کرنا لوگوں کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ ﴾

جائزہ پر جائزہ ﴿۹۲﴾

۱) جب بیس رکعات تراویح پر اجماع کے انکار کی کوئی مضبوط دلیل نظر نہیں آئی، تو بالآخیر گیارہ رکعات پر اجماع کا دعویٰ کر ڈالا۔ یہ دعویٰ باطل ہے۔ اسلئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن سائب مخزومی رضی اللہ عنہ، ودیگر صحابہ سے ثابت ہے کہ وہ بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔ نیز تابعین وتبع تابعین، وائمہ مجتہدین وغیرہم سب بیس (۲۰) رکعات تراویح کے قائل اور عمل پیراء ہیں۔ صحابہ سے لے کر آج تک کروڑوں مسلمان بیس رکعات تراویح ہی پڑھتے آرہے ہیں۔ اگر گیارہ رکعات پر اجماع ہوتا، تو پوری دنیا کے مسلمان گیارہ رکعات تراویح پڑھتے ہوتے۔ سورج کے وجود کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ دن کی روشنی ہی، سورج کے وجود کی دلیل ہے۔ تمام علماء اہل سنت والجماعت بیس (۲۰) رکعات تراویح پر اجماع صحابہ کے قائل ہیں۔ ذیل میں چند روایات اور علماء کے اقوال تحریر کئے جارہے ہیں، جس سے قارئین کرام کو معلوم ہوگا کہ اجماع گیارہ (۱۱) رکعات پر تھا یا بیس (۲۰) رکعات پر۔

۱) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانُوايَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ ﷺ فِى شَهْرِ رَمَضَانَ، بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً ، قَالَ : وَكَانُوايَقْرَؤُنَ بِالْمِئِين وَكَانُوا يَتَوَكَّئُونَ عَلَى عِصِيِّهِم فِى عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّان ﷺ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ. امیرالمومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب ﷺ کے دورخلافت میں رمضان المبارک کے مہینے میں سب لوگ (حضرات صحابہ کرام ﷺ وتابعین) بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھتے تھے اور وہ سوسو آیتیں پڑھا کرتے تھے اور امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان بن عفان ﷺ کے دورخلافت میں شدت قیام یعنی طول قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں پر ٹیک لگایا کرتے تھے۔﴿سنن بیہقی ۴۸۰۱،الصیام للفریابی ۱۷۶ ،مسند ابن الجعد ۲۸۲۵ ،رواہ ابن الجعد بإسناد صحيح على شرط الشيخين﴾

۲)قال النافع: بلغنى أن قيام عبدالله بن السائب(الصحابى) وابن أبى مليكة عشرين ركعة، عشرين ركعة.

﴿الطبقات الكبرى لابن سعد ۱/۳۵۳﴾

ترجمہ:حضرت نافع ابن عمر(تابعی،م۱۶۹ھ)فرماتے ہیں کہ مجھے روایت پہنچی کہ صحابی رسول حضرت عبداللہ ابن سائب مخزومی ﷺ اور تابعی ابن ابی ملیکہؒ مکہ میں بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔

۳) عن يونس بن عبيد قال: شهدت الناس قبل وقعة ابن الأشعث وهم فى شهر رمضان، فكان يؤمهم عبدالرحمٰن بن أبى بكرة، وسعيد بن أبى الحسن، ومروان العبدى، فكانوا يصلون بهم عشرين ركعة، ولايقنتون إلا فى النصف الثانى، وكانوا يختمون القرآن مرتين.﴿فضائل رمضان لابن أبى الدنيا ۵۰،وإسناده صحيح على شرط مسلم، قيام رمضان للمروزى ۱/۲۱،و تاريخ دمشق

لابن عساکر ۱۳/۳۶﴾

ترجمہ: حضرت یونس بن عبیدؒ (تابعی، م ۱۳۹ھ) فرماتے ہیں کہ واقعہ ابن اشعث (۸۱ھ) سے پہلے میں نے دیکھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرہؓ، اورسعید بن ابوالحسنؒ اور مروان عبدیؒ رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ اور نصف رمضان سے دعاءقنوت پڑھا کرتے تھے، اور دومرتبہ قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔

۴) حضرت ابراہیم نخعیؒ (تابعی، م ۹۶ھ) فرماتے ہیں۔

أن الناس كانوا يصلون خمس ترويحات في رمضان. صحابہ وتابعین رمضان المبارک میں پانچ ترویحات یعنی بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔ (**الآثار للإمام أبي يوسف ۲۰۹، إسناده صحيح**)

۵) حضرت حسن بصریؒ (تابعی، م ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں۔

كانوا يصلون عشرين ركعة، الحديث. صحابہ وتابعین بیس رکعات (۲۰) تراویح پڑھا کرتے تھے۔ (**فضائل رمضان لابن أبي الدنيا ۵۳، إسناده صحيح على شرط مسلم**)

۶) حضرت عطاءؒ (تابعی، م ۱۱۴ھ) فرماتے ہیں۔

أَدْرَكْتُ الناس (فِي رَمَضَان) وهم يصلون ثلاثاً وعشرين ركعة بالوتر. ہم نے لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس (۲۰) رکعات تراویح اور تین (۳) رکعات وتر پڑھتے دیکھا ہے۔ (**مصنف ابن أبي شيبة ۷۷۷۰، وفضائل رمضان لابن أبي الدنيا ۴۹، إسناده صحيح على شرط مسلم، تنبيه القاري ۱/۴۳**)

۷) امام محمد بن ادریس شافعیؒ (تبع تابعی، م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں۔

رأيتهم بالمدينة يقومون بتسع وثلاثين وأحب إلي عشرون لأنه

روی عن عمرو کذلک یقومون بمکة ویوترون بثلاث. میں نے مدینہ منورہ میں لوگوں کو انتالیس (۲۰ +۱۶ + ۳) رکعات پڑھتے دیکھا اور میرے نزدیک بیس (۲۰) رکعات افضل ہے ،اسلئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہی مروی ہے،اور مکہ والے بیس (۲۰) رکعات تراویح اور تین (۳) رکعات وتر پڑھا کرتے تھے۔(لأم ۱/۱۶۷)

۸) امام ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) بیس رکعات کو جمہور علماء کا مسلک قرار دے رہے ہیں۔ وأکثر أهل العلم علی ما روی عن عمر وعلی وغیرهما من أصحاب النبی ﷺ عشرین رکعة، وهو قول الثوری وابن المبارک والشافعی. جمہور علماء کے نزدیک تراویح بیس (۲۰) ہی رکعات ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایتوں کی بنا پر اور امام سفیان ثوریؒ، امام عبداللہ ابن مبارکؒ اور امام شافعیؒ کا یہی قول ہے۔

﴿سنن ترمذی ،باب ما جاء فی قیام شهر رمضان﴾

۹) علامہ ابن قدامہؒ (م ۶۲۰ھ) بھی بیس رکعات تراویح پر اجماع کے قائل ہیں۔

ولنا: إن عمر رضی الله عنه لما جمع الناس علی أبی بن کعب کان یصلی لهم عشرین رکعة ،........................ عن یزید بن رومان قال: کان الناس یقومون فی زمن عمر فی رمضان بثلاث وعشرین رکعة ،وعن علی أنه أمر رجلا یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعة ، وهذا کا لإجماع.

بیس (۲۰) تراویح کے متعلق ہمارے دلائل یہ ہیں۔(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں جب لوگوں کو جمع فرمایا تو وہ بیس (۲۰) رکعات پڑھاتے تھے۔(۲) اور یزید بن رومانؒ سے روایت ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تئیس رکعات (تراویح اور وتر) پڑھتے تھے۔ (۳) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔ یہ عمل اجماع کے مانند ہے۔ (المغنی ۲/ ۱۰۹)

۱۰) علامہ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں۔

فإنه قدثبت أن أبی بن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعة فی قیام رمضان، یوتر بثلاث. فرأی کثیر من العلماء أن ذلک هو السنة، لأنه اقامه بین المهاجرین والأنصار، ولم ینکره منکر. یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیس (۲۰) رکعات تراویح اور تین (۳) رکعات وتر پڑھائی اسی وجہ سے اکثر علماء کے نزدیک یہی سنت ہے اسلئے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اور انصار کی موجودگی میں بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھائی اور کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

(مجموع فتاوی ابن تیمیة ۲۳/ ۱۱۲)

۱۱) علامہ زین الدین عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) بھی بیس رکعات تراویح پر اجماع کے قائل ہیں۔ وَعَدُّ واما وقع فی زمن عمر رضی اللہ عنہ کالإجماع. حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے بیس (۲۰) رکعات کے عمل کو علماء نے اجماع قرار دیا ہے۔ (طرح التثریب ۳/ ۹۷۰)

۱۲) بیس رکعات تراویح عمل رسول اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔ علامہ ابن حجر ہیتمی مکیؒ (م ۹۷۴ھ) لکھتے ہیں۔ وتعیین کونها عشرین جاء فی حدیث ضعیف لکن أجمع علیه الصحابة رضوان اللہ تعالیٰ علیهم أجمعین الخ. بیس (۲۰) رکعات تراویح کا تعین، حدیث ضعیف اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اجماع سے ثابت ہوتا ہے۔

(المنهاج القويم ۱ / ۲۸۱)

۱۳) علامہ انور شاہ کشمیریؒ (۱۳۵۲ھ) بھی بیس (۲۰) رکعات تراویح پر اجماع کے قائل ہیں۔

وأما عدد ركعات التراويح، فقد جاء عن عمر على أنحاءٍ، واستقرَّ الأمر على العشرين مع ثلاث الوتر. اورتراویح کی رکعات کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مختلف طرق سے آیا ہے کہ بیس (۲۰) رکعات تراویح اور تین (۳) رکعات وتر پر اجماع ہوا۔
﴿فيض الباری ۳۳۶/۴﴾

اثری صاحب! بیس رکعات کی روایات جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف نہیں ہیں، اورگیارہ رکعات کی روایات مضطرب اور عمل صحابہ کے مخالف ہے۔لہذا مضطرب اور عمل صحابہ کے مخالف روایات کی بنیاد پر اجماع کا دعویٰ کرنا بالکل بے بنیاد ہے۔

کنویں کے مینڈک کوسمندر کی مچھلی نے سمجھایا کہ سمندر کا پانی کتنا ہوتا ہے، بار بار سمجھانے کے باوجود منڈک کو سمندر کے پانی کی مقدار سمجھ میں نہ آسکی۔اسی طرح بیس (۲۰) رکعات کی سچائی آپ کی سمجھ میں نہیں آسکتی ہے۔

قارئین کرام خود فیصلہ کریں صحابہ سے لے کر آج تک بیس رکعات تراویح پر عمل تواتراً جاری ہے،اور ہزاروں علماء وفقہاء کی تحریراسکی موئد ہے ، پھر بھی اثری صاحب تہجد کی باب کی عبارتوں کونقل کر کے لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔

۲) اثری صاحب ص ۹۶ پر لکھا ہے۔

﴿اگر بیس رکعت پر اجماع ہو گیا تھا تو پھر کیا بات تھی کہ امام مالک رحمہ اللہ ایک قول میں چھتیس رکعت تراویح کے قائل ہیں؟ کیا وہ اتنا بھی نہیں جانتے تھے کہ اجماع کی مخالفت حرام ہے؟ یا ان کو اجماع کی خبر ہی نہیں تھی؟ یا اس وقت اجماع ٹوٹ گیا تھا؟ پھر امام مالک

رحمہ اللہ جیسا عالم ومحدث وفقیہ چھتیس رکعت تراویح پڑھنے کو جائز سمجھتا ہے تو کیا کسی کے لئے جائز ہے کہ وہ بیس رکعت تراویح پر اجماع کا دعوی کرے؟ یہ ہو العجبی نہیں تو اور کیا ہے؟﴾

جائزہ پر جائزہ﴿۹۳﴾

۲) تعجب کہ اثری صاحب غیر مقلد ہوکر بھی حدیث کے بجائے امام مالکؒ کے قول سے استدلال کرنے لگے۔ حالانکہ امام مالکؒ بھی بیس (۲۰) ہی رکعات تراویح کے قائل ہیں۔ اور سولہ (۱۶) رکعات طواف کے بدلہ میں پڑھا کرتے تھے۔ اہل مکہ ہر چار رکعات کے بعد طواف کیا کرتے تھے۔ اہل مدینہ، مکہ والوں کے تنافس میں ہر طواف کے بدلہ میں، چار رکعات نفل پڑھا کرتے تھے، جیسا کہ اس زمانہ میں بھی بیس (۲۰) رکعات تراویح کے علاوہ تہجد پڑھنے کا معمول ہے۔ امام مالکؒ نے اجماع کی خلاف ورزی نہیں کی، ان سے پہلے بھی اہل مدینہ بیس (۲۰) رکعات تراویح کے علاوہ نفل نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ **وقال مالك: الأمر عندنا بتسع وثلاثين وبمكة بثلاث وعشرين وليس في شئ من ذلك ضيق.** (نيل الأوطار ۳/ ۶۳) (یعنی امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ۲۰+۱۶+ ۳ جملہ انتالیس (۳۹) رکعتیں پڑھی جاتی ہیں اور مکہ میں ۲۰+ ۳ جملہ تیئس (۲۳) رکعات پڑھی جاتی ہیں۔ اس میں اعتراض کی کوئی بات نہیں ہے۔)

اثری صاحب ! یہ بوالعجبی نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے، اور آپ کی کم فہمی وکم علمی ہے۔

۳) اثری صاحب ص ۹۶ پر مزید لکھا ہے۔

﴿یہاں کاسانی نے اور ان کی تقلید کرتے ہوئے قاسمی صاحب نے یہ نہیں ذکر کیا کہ یہ اجماع بیس رکعت تراویح کے سنت نبویہ ہونے پر ہوا یا سنت صحابہ ہونے پر یا سنت فاروقی ہونے پر؟ اگر قاسمی صاحب اس کی بھی وضاحت فرما دیتے تو بڑا اچھا ہوتا۔ اور یہ کہ کیا اس

جائزہ پر جائزہ ﴿۹۴﴾

۳) اثری صاحب کو حنفیوں سے اتنی نفرت ہے کہ علامہ کاسانیؒ کا نام صرف ''کاسانی'' کہہ کر نقل کیا ہے۔ اور بیس رکعات پر اجماع کے خلاف کوئی ٹھوس دلیل دینے کے بجائے چند لچر پوچ سوالات کر ڈالے ہیں کہ اجماع کس بات پر ہوا؟ ''سنت نبویہ''، ''سنت صحابہ'' یا ''سنت فاروقی''۔ یہ سوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ سے کیا جاتا تو اچھا ہوتا۔ ہمیں اتنا معلوم ہے کہ اجماع بیس (۲۰) رکعات تراویح باجماعت پڑھنے پر ہوا۔ جو اسکی خلاف ورزی کرے گا وہ سواد اعظم سے خارج ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین.** (میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو)

''گیارہ یا تیرہ رکعت تراویح کے قائلین کے بیان میں''

اس عنوان کے تحت اثری صاحب ص ۹۷ پر لکھتے ہیں۔

﴿ گیارہ یا تیرہ رکعت تراویح (قیام اللیل) سنت سے ثابت ہے، جس کی دلیل عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے گزر چکی ہے۔ اس سنت کو تسلیم کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہر زمانے میں رہے ہیں جن میں سے ذیل میں چند لوگوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ (۱، ۲، ۳) عمر بن خطاب، ابی بن کعب، تمیم داری رضی اللہ عنہم، (۴) سائب بن یزید رضی اللہ عنہ ودیگر سلف رحم اللہ، (۵) امام مالک بن انس رحمہ اللہ، (۶) امام ابوبکر ابن العربی مالکی، (۷) امام محمد بن حسن الشیبانی تلمیذ امام ابی حنیفہ رحمہما اللہ، (۸) امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ صاحب الصحیح، (۹) امام ابوبکر ابن خزیمہ صاحب الصحیح، (۱۰) امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق اسفرائنی صاحب المسند، (۱۱) امام ابن

الہمام حنفی رحمہ اللہ، (۱۲)علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ،(۱۳)مولا نا رشید احمد گنگوہی، (۱۴)شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ،(۱۵)علامہ البانی رحمہ اللہ

جائزہ پر جائزہ ﴿۹۵﴾

بیس رکعت تراویح کے قائلین کے بیان میں

گیارہ رکعات کے قائلین کی جو چھوٹی سی فہرست جواثری صاحب نے لکھی ہے، وہ سراسر جھوٹ اور فریب پر مبنی ہے۔ اسلئے کہ شیخ البانی کے علاوہ سبھی حضرات

بیس رکعات تراویح کے قائل اور عمل پیراء ہیں، نیز اثری صاحب نے گیارہ اور تیرہ رکعات ذکر کر کے اپنی ادھی شکست کو تسلیم کرلیا ہے۔ اسلئے کہ ہمیشہ گیارہ رکعات ہی کا شور کرتے تھے۔ اب تیرہ تک پہنچ گئے ہیں۔ انشاءاللہ تئیس (۲۳) تک پہنچ جائیں گے۔ گیارہ (۱۱) یا تیرہ (۱۳) رکعات کی روایات کو جمہور محدثین وفقہاء نے تراویح پر محمول نہیں کیا ہے۔ اسلئے کہ حضرت عائشہؓ اس حدیث میں گیارہ رکعات سے زیادہ کبھی بھی نہ پڑھنے کا ذکر فرماتی ہیں، اور رات کو سوکر اٹھنے کے بعد نماز پڑھنے کا ذکر فرماتی ہیں، جب کہ دوسری حدیثوں میں گیارہ رکعات سے زیادہ پڑھنے کا ذکر ہے، اور پوری رات جاگنے کا ذکر ہے، نیز رسول اللہ ﷺ کا تیرہ (۱۳) رکعات سے زیادہ پڑھنا بھی ثابت ہے۔

گیارہ یا تیرہ رکعات تراویح کو سنت تسلیم کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہر زمانہ میں بہت کم رہے ہیں۔ الحمدللہ تمام اہل سنت والجماعت بیس (۲۰) رکعات تراویح اور تین (۳) وتر جملہ تئیس (۲۳) کے قائل اور عمل کرنے والے ہیں۔ گیارہ (۱۱) رکعات کی تائید میں اثری صاحب نے جن حضرات کا ذکر کیا ہے، ان میں سے اکثر بیس (۲۰) رکعات کے قائل اور اس پر عمل پیراء تھے۔ یہ اثری صاحب کی الزام تراشی اور تلبیس کاری ہے۔ ذیل

میں اثری صاحب کی اس الزام تراشی کا پول کھول کر واضح کریں گے کہ البانی صاحب کے علاوہ کوئی بھی گیارہ رکعات تراویح کا قائل نہیں ہے۔

۱،۲،۳) مختلف طرق سے ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ **عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید أن عمر جمع الناس فی رمضان علی أبی بن کعب وعلی تمیم الداری علی إحدی وعشرین رکعة (مصنف عبدالرزاق، إسناده صحیح)**

عن مالک بن أنس عن یحیی بن سعید أن عمر بن الخطاب أمر رجلا یصلی بهم عشرین رکعة. (مصنف ابن أبی شیبة ۷۷۶۴)

لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی طرف صرف گیارہ (۱۱) رکعات تراویح کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہے۔

۴) اثری صاحب حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت سنن سعید بن منصور کے حوالہ سے نقل کیا ہے، مگر اس کے صفحہ یا حدیث نمبر کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ان کو یہ حدیث سنن سعید بن منصور میں ملی یا نہ ملی، معلوم نہیں ہے۔ جبکہ علامہ زرقانیؒ عبدالعزیز دراوردیؒ سے اکیس رکعات کی روایت نقل کیا ہے۔ اور امام بیہقیؒ بسند جید حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت کیا ہے کہ **کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب بعشرین رکعة والوتر. (معرفة السنن ۱۴۴۴)**

اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ بھی حضرت سائب بن یزیدؓ سے بیس (۲۰) رکعات کی روایت نقل کیا ہے۔ لہذا گیارہ (۱۱) رکعات کے عمل کو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے منسوب کرنا صحیح نہیں ہے۔ محمد بن یوسفؒ کے علاوہ کسی نے بھی گیارہ رکعات کی روایت کو سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے نقل نہیں کیا ہے۔

۵)　اثری صاحب نے ص۹۸ میں علامہ سیوطیؒ کے حوالہ سے امام مالکؒ کا قول نقل کیا ہے ،اس کا جواب ہم اثری صاحب کے ص۴۰ کے الفاظ ہی میں دیں گے۔ اثری صاحب نے امام مالکؒ کے قول کو علامہ سیوطیؒ کی المصابیح سے نقل کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ موصوف کی نقل کردہ عبارت المصابیح میں موجود ہے،لیکن کیا انہوں نے یہ دیکھنے کی کوشش کی کہ اسے امام مالکؒ نے فرمایا بھی ہے یا نہیں؟ اثری صاحب سے گزارش ہے کہ پہلے اس کتاب کا نام بتائیں جس میں امام مالکؒ کا یہ قول موجود ہو، پھر اس سے استدلال کریں اور اپنے دلائل کی تعداد میں اضافہ کریں۔

قارئین کرام!　امام مالکؒ کا قول ہم علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی فتح الباری سے نقل کیا تو اثری صاحب کو اعتراض ہوا،اور خود اثری صاحب امام مالکؒ کا قول علامہ سیوطیؒ کے حوالہ سے نقل کررہے ہیں۔کیا اثری صاحب کا یہ دوہرا معیار نہیں ہے؟

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ امام مالکؒ سے بیس رکعات تراویح نقل کیا ہے۔**وروی مالک من طریق یزیدبن خصیفة عن السائب بن یزید عشرین رکعة.(فتح الباری)**

لہذا اثری صاحب کا امام مالکؒ کی طرف گیارہ رکعات کا عمل منسوب کرنا صحیح نہیں ہے۔

۶)　اثری صاحب نے ناصرالدین البانیؒ کی کتاب کے حوالہ سے شیخ ابوبکر ابن العربی مالکیؒ کی عبارت نقل کیا ہے۔اس عبارت کا سیاق وسباق معلوم نہ ہونے کی وجہ سے تراویح کا تعین صحیح نہیں ہے۔

۷)　اثری صاحب نے ص۹۹ میں امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام محمد بن حسن شیبانیؒ کی عبارت گیارہ رکعات کی تائید میں نقل کی ہے۔حالانکہ یہ عبارت تراویح کے اجماع کے متعلق ہے۔اثری صاحب نے یا تو ان کی عربی کو نہیں سمجھا،یا جان بوجھ کر دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔امام محمدؒ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گیارہ رکعات کی روایت اور دیگر روایات کو نقل

کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ وبھذا کله نأخذلا بأس بالصلاة فی شھر رمضان أن یصلی الناس تطوعاًبإمام،لأن المسلمین قدأجمعوا علی ذلک ورأوہ حسناً وقدروی عن النبی ﷺ أنه قال: مارآہ المؤمنون حسنافھو عنداللہ حسن وما رآہ المسلون قبیحافھو عنداللہ قبیح. ترجمہ: ان تمام روایتوں کے پیش نظر رمضان المبارک میں باجماعت نفل نماز (تراویح) پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسلئے کہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے، اورانھوں نے اس کو صحیح سمجھا ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ جس عمل کو تمام مسلمان اچھا سمجھیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے، اور جس عمل کو تمام مسلمان برا سمجھیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔ (موطأامام محمد ۱ / ۳۵۵)

اثری صاحب ! امام محمدؒ کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گیارہ (۱۱) رکعات کی حدیث کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیس (۲۰) رکعات باجماعت کے عمل کو اجماع سمجھتے ہیں۔ اوراس عمل کو اللہ و رسول ﷺ کے نزدیک پسندیدہ عمل سمجھتے ہیں۔ لہذا اثری صاحب کا گیارہ (۱۱) رکعات تراویح کو امام محمدؒ کی طرف منسوب کرنا باطل ہے۔

۸) اثری صاحب نے ص ۱۰۰ پر ایک عجیب دلیل دی ہے کہ امام بخاریؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گیارہ (۱۱) رکعات کی حدیث تراویح کے باب میں شامل کیا ہے۔ لہذا امام بخاریؒ کے نزدیک گیارہ (۱۱) رکعات تراویح ہے۔ جواباً عرض ہے کہ امام بخاریؒ نے اس روایت کو تہجد کے باب میں بھی نقل کیا ہے، نیز امام بخاریؒ کے استاذ الاساتذہ امام مالکؒ نے اس حدیث کو وتر کے باب میں نقل کیا ہے، اور امام بخاریؒ نے تاریخ الکبیر میں سوید بن غفلہؒ (تابعی) کے بیس رکعات تراویح پڑھنے کی روایت کو نقل کیا ہے۔ نیز امام بخاریؒ کا رمضان المبارک میں ابتدائی رات میں نماز پڑھا کر، پھر سحری کے وقت

تیرہ (۱۳) رکعات پڑھنا منقول ہے۔(ھدی الساری، ص ۵۰۵) لہذا اثری صاحب کا امام بخاریؒ کی طرف گیارہ رکعات تراویح کو منسوب کرنا موصوف کا خانہ ساز ہے۔

۹) اثری صاحب نے ص۱۰۰ پر امام ابن خزیمہؒ کے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے باب باندھا ہے "**باب ذکر عدد صلاۃ النبی ﷺ باللیل فی رمضان، والدلیل علی أنه لم یکن یزید فی رمضان علی عدد الرکعات فی الصلاۃ باللیل ما کان یصلی من غیر رمضان**"

اثری صاحب ! اہل سنت والجماعت کا بھی یہی مسلک ہے کہ تہجد مع وتر رمضان وغیر رمضان میں گیارہ یا تیرہ رکعات سے زیادہ نہیں ہے۔رہا تراویح کے متعلق، امام ابن خزیمہؒ ودیگر محدثین نے آپ کے مسلک کی تردید کی ہے کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے۔ بلکہ انھوں نے تہجد اور تراویح کے الگ الگ باب قائم کر کے دونوں نمازوں کو الگ الگ لکھا ہے، لہذا امام ابن خزیمہؒ نے تراویح کی مشروعیت کے سلسلہ میں اور باب قائم کئے ہیں، جس کا شاید آپ کو مطالعہ نہیں ہے۔

الف) باب ذکر الدلیل علی أن قیام شهر رمضان سنة النبی ﷺ خلاف زعم الروافض الذین یزعمون أن قیام شهر رمضان بدعة لا سنة. یعنی تراویح کے سنت رسول ہونے کی دلیل کا باب اور روافض کے تراویح کو سنت نہیں، بدعت کہنے کی تردید کا باب

ب) باب الصلاۃ جماعة فی قیام شهر رمضان ضد قول من یتوهم أن الفاروق هو أول من أمر بالصلاۃ جماعة فی قیام شهر رمضان. تراویح کو جماعت سے پڑھنے کا باب، اور جو لوگ تراویح با جماعت کو سنت فاروقی کہتے ہیں، اسکی تردید کا باب۔لہذا امام ابن خزیمہؒ کو گیارہ (۱۱) کا قائل کہنا صحیح نہیں ہے۔

۱۰)　اثری صاحب نے ص ۱۰۰ پر امام ابوعوانہؒ کے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے باب باندھا ہے ''**باب مبلغ عدد الرکعات التی کان رسول اللہ ﷺ یصلیھامن اللیل فی شھر رمضان وأنہ کان یداوم علیھافی سائر الشھور** ''(ان رکعتوں کی انتہائی تعداد کا بیان جن کو رسول اللہ ﷺ رمضان کے مہینے میں رات کو پڑھتے تھے اور یہ کہ آپ باقی مہینوں میں ان کی پابندی کرتے تھے)

اثری صاحب ! اس باب سے رمضان اور غیر رمضان میں تہجد ثابت ہوتی، نہ کہ تراویح۔ علاوہ امام ابوعوانہؒ نے تہجد کے باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات کا تعارض ظاہر کرنے کے لئے ایک باب قائم کیا ہے۔''**بیان الأخبار التی تعارض أخبار عائشة المتقدمة فی الوتر من روایتھا**'' جس سے تہجد کے باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گیارہ (۱۱) رکعات ہی کی روایت قابل حجت نہیں ہوسکتی ہے۔

۱۱)　اثری صاحب نے ص ۱۰۱ پر شیخ ابن ہمامؒ کی ادھی عبارت نقل کرکے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ شیخ ابن ہمامؒ تمام روایات پر بحث کرنے کے بعد لکھا ہے کہ بیس (۲۰) رکعات تراویح سنت رسول سے صحیح سند ثابت نہ ہو تو بھی ،صحابہ کرام ﷺ کا بیس (۲۰) پر اجماع ہے۔ لکھتے ہیں۔**وجمع بینھما بأنہ وقع أولاثم استقر الأمر علی العشرین فإنہ المتوارث.... ... .وکونھا عشرین سنة الخلفاء الراشدین وقولہ ﷺ علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین.** یعنی گیارہ اور بیس رکعات کی روایات کی تطبیق اسطرح کی جاسکتی ہے، کہ پہلے گیارہ رکعات پڑھتے ہوں، پھر بیس پر اجماع ہوا۔اور یہی عمل جاری ہے، اور بیس رکعات کو سنت خلفاء راشدین کہا جاسکتا ہے۔اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔میری سنت اور میرے خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو۔(فتح القدیر ۲/۴۴۸) لہذا اثری صاحب کا شیخ ابن ہمامؒ کو گیارہ رکعات والوں کی فہرست میں

شامل کرنا دھوکہ وفریب پر مبنی ہے۔

۱۲) اثری صاحب نے یہاں بھی علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی پوری عبارت کو نقل نہیں کیا ہے ،علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے تراویح کے متعلق مفصل بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگرچہ صحیح حدیث میں بیس رکعات منقول نہیں ہے،مگر ضعیف حدیث اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے، اور لکھا ہے کہ عمل صحابہ سنت رسول ہی ہے۔ مفصل بحث **العرف الشذی ١/١٦٦**، **وفیض الباری ٤/٣٣٦** میں مذکور ہے۔علاوہ جائزہ پر جائزہ (۱۲) نمبر ۱۴ میں بھی ملاحظہ فرمایئے۔

۱۳) اثری صاحب نے گیارہ یا تیرہ رکعات کے قائلین کی فہرست میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا تذکرہ کیا ہے،، اثری صاحب نے غالباً الحق الصریح نہیں پڑھا ہے،اسلئے کہ مولانا کریم الدین سلفی کی کتاب ’’رکعات تراویح کی صحیح تعداد اور علماء احناف‘‘ کا حوالہ سے ’’ **الحق الصریح** ‘‘ کا حوالہ دیا ہے۔اثری صاحب کا حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو گیارہ یا تیرہ کے قائلین میں شمار کرنا صریح کذب اور آٹھ رکعات کے قائلین کی فہرست کو طویل کرنے کی غلط کوشش ہے۔مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے متعلق یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔چنانچہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فتاوی رشیدیہ میں بیس (۲۰) رکعات تراویح کی تائید میں مفصل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔’’ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن ابی شیبہ نے جو اپنے مصنف میں رسول اللہ ﷺ کا بیس رکعات پڑھنا نقل کیا ہے اگرچہ وہ روایت ضعیف ہے مگر مؤید ہے آثار صحابہ سے کہ اصحاب رسول ﷺ نے بیس رکعات پڑھی ہیں اور جمہور تابعین اور فقہاء کا اس پر عمل در آمد ہے‘‘۔(ص ۳۷۹)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں: ’’بہر حال اس حدیث ابن عباس کی مؤیدات موجود ہیں

پھراس کے ضعف پر کیا نظر کی جاوے گی اگر بمقابلہ گیارہ کے روایت کی صحت تیرہ رکعات کومعتبر کیا جاتا ہے تو بیس رکعات کی روایت صحیحہ جو صحابہ کے فعل سے معتبر ہوئیں کس طرح معتبر نہ ہوں گی بلکہ افعال صحابہ بھی حسب ارشاد جناب فخر عالم ﷺ کے مثل فعل رسول اللہ ہی کے ہوں گے"۔(ص۳۸۴)

ص۳۸۶ پر مزید لکھتے ہیں۔"پس یہ سنت عشرین رکعت بھی ایسی ہی ہے کہ اس کی اصل سنت رسول اللہ میں موجود ہے۔اسی واسطے تمام صحابہ نے اس وقت میں اس کو قبول کیا اور اس پر عامل رہے اور کسی وقت کسی ایک نے بھی صحابہ میں سے اس پر انکار نہ کیا نہ اس کو مخالف سنت رسول اللہ سمجھا"۔

حضرت مولانا کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف بیس (۲۰) رکعات تراویح کے قائل ہی نہیں ہیں بلکہ بیس (۲۰) رکعات کو سنت رسول سمجھتے ہیں۔

۱۴) اثری صاحب نے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی عبارت نقل کی ہے کہ"از فعل آنحضرت ﷺ یازدہ رکعت ثابت شدہ"یعنی رسول اللہ ﷺ کے فعل سے تراویح گیارہ رکعت ثابت ہیں"۔اثری صاحب اپنے جائزہ میں بار بار ہم پر اعتراض کرتے تھے کہ تراویح کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے،یہاں اثری صاحب بتائیں کہ تراویح کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ اعتراض برائے اعتراض کرنے والوں کا یہی حال ہوتا ہے۔**المعترض کالأعمی.** اعتراض برائے اعتراض کرنے والا اندھے کے مانند ہوتا ہے۔شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ **حجة اللہ بالغة**(۱/۴۵۲) میں **وعدده عشرون رکعة** الخ تراویح کی رکعات بیس لکھ کر اس کی حکمت بیان کی ہے۔لہٰذا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی طرف گیارہ (۱۱) رکعات منسوب کرنا جھوٹ پر مبنی ہے۔

۱۵) اثری صاحب نے شیخ ناصر الدین البانیؒ کی کتاب **صلاۃ التراویح** کی

مختصر عبارت **لم يصل ﷺ التراويح أكثر من(۱۱)ركعة** (نبی ﷺ نے گیارہ رکعت سے زیادہ تراویح نہیں پڑھی ہے)نقل کیا ہے۔معلوم نہیں کہ اثری صاحب نے اسی مختصر عبارت پر کیوں اکتفاء کیا۔جبکہ البانی صاحب نے بیس رکعات کے خلاف پوری کتاب لکھی ہے ،جس میں بیس رکعات کو خلاف سنت و بدعت لکھا ہے، اور صحیح حدیث کو ضعیف کرنے کی بے کار کوشش بھی کی ہے،اور لکھا ہے کہ کسی صحابی نے بیس رکعات تراویح نہیں پڑھی،جبکہ اثری صاحب نے صحابہ کے عمل کو قبول کیا ہے۔اور امام شافعیؒ اور امام ترمذیؒ پر بیس(۲۰) رکعات کو ضعیف کہنے کا جھوٹا الزام لگایا ہے۔ جو شخص حضرات صحابہ کرام،وحضرات تابعین وتبع تابعین اور جمہور مسلمانوں کے عمل کو خلاف سنت و بدعت سمجھتا ہو،اسکی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔شیخ البانیؒ کی تردید میں ایک عرب عالم شیخ اسماعیل انصاری نے ایک کتاب لکھی ہے، پھر اس کے جواب میں البانی صاحب نے قیام رمضان کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے،جس میں اپنی باتوں کی تاویلات کی ہے۔اور اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔البانی صاحب سلفی عالم ہیں،وہ آٹھ رکعات کے قائل ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں،اور ہمارے لئے قابل حجت نہیں ہیں۔

اثری صاحب ص۱۰۴ پر لکھا ہے۔**خاتمہ**

۱) ﴿اس رسالہ کا خلاصہ یہ ہے کہ قیام اللیل(تہجد)ایک مشروع وفضیلت والی نماز ہے اور یہ وہی نماز ہے جو ماہِ رمضان میں ''تراویح'' یا ''قیامِ رمضان'' کے نام سے بعد نماز عشاء پڑھی جاتی ہے اس نماز کی مشروعیت پورے سال ہے جس پر اللہ کے یہاں بڑا اجر وثواب ہے البتہ پورے ماہِ رمضان میں اس کی پابندی کرنے والے کیلئے خاص فضیلت ہے۔﴾

﴿جائز پر جائزہ ۹۶﴾

اثری صاحب نے اپنے خاتمہ میں پھرایک بار تہجد اور تراویح کو ایک ہی نماز لکھا ہے، اوراس سے پہلے بار بار ہم پر طنزیہ جملہ لکھتے رہے ہیں کہ قاسمی صاحب کے نزدیک دونوں نماز الگ الگ ہیں۔

اثری صاحب ! آپ کے نزدیک تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے، اور پورے سال مشروع ہے، تو آپ تراویح پورے سال پڑھتے رہیے۔ جمہور محدثین وفقہاء کے نزدیک تہجد اور تراویح الگ الگ مشروع ہیں، بعض صفات میں مشترک ہیں، اور بعض صفات میں مختلف ہیں۔ جیسے حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا تہجد پوری رات نہ پڑھنا مذکور ہے، اور تراویح پوری رات پڑھنا مذکور ہے۔۔ تہجد اللہ کی طرف سے پہلے فرض تھی، پھر تطوع قرار دی گئی، جس کا ذکر قرآن مجید اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مذکور ہے، اور تراویح حدیث **یرغیب فی قیام رمضان من غیر أن یامرھم فیه بعزیمة فیقول من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه.(صحیح مسلم ۱۸۱۶)** سے مسنون ثابت ہوئی۔ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہوتی تو رسول اللہ ﷺ تراویح کی فضیلت الگ سے بیان نہیں فرماتے، اور محدثین وفقہاء تہجد اور تراویح کے الگ الگ باب قائم نہیں کرتے۔

۲) اثری صاحب ص ۱۰۴ ہی پر لکھا ہے۔

﴿اس نماز تراویح یا قیام اللیل کی رکعات کی مسنون تعداد گیارہ اور بعض روایات کے مطابق تیرہ ہے جس کی پابندی سنت سے محبت اوراس پر حرص کی دلیل ہے۔﴾

جائز پر جائزہ ﴿۹۷﴾

نماز تراویح کی مسنون رکعات گیارہ (۱۱) یا تیرہ (۱۳) ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ پڑھنا بھی ثابت ہے، اورصحابہ وتابعین وتبع تابعین کا عمل بیس (۲۰) رکعات پر رہا ہے، اور جمہور علماء وفقہاء کا بیس (۲۰) رکعات تراویح پر اجماع ہے ۔ لہذا بیس (۲۰) رکعات کا عمل بھی سنت سے محبت کی دلیل ہوگی۔

۳) اثری صاحب ص ۱۰۴ پر مزید لکھا ہے۔

﴿بعض احادیث اور متعدد آثار میں قیام اللیل یا قیام رمضان کی رکعات کی تعداد بیس اور مع وتر اکیس یا تیئیس وارد ہوئی ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی روایت نہ نبی ﷺ کے قول وفعل سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی صحابی کے قول وفعل سے، البتہ عہدِ صحابہ میں بعض لوگوں کا بیس رکعات کے ذریعہ قیام اللیل کرنا ثابت ہے، لیکن ان کا صحابہ ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ محتمل ہے۔ اس حقیقت کے باوجود بیس رکعت تراویح کے بارے میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ عمل رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع بھی ہے، بلکہ اس پر تابعین وتبع تابعین اور علماء امت کا بھی اجماع ہے، لیکن یہ دعویٰ یا تو تراویح کی رکعات کی تعداد کے بارے میں علماء کے اقوال وافعال سے بے خبر شخص کی طرف سے ہے یا اختلاف سے باخبر متعصب کذاب کی طرف سے۔﴾

جائز پر جائزہ ﴿۹۸﴾

اثری صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ بعض احادیث اور متعدد آثار میں تراویح کی رکعات اکیس (۲۱) یا تیئیس (۲۳) وارد ہوئی ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ کوئی بھی روایت

نبی ﷺ کے قول وفعل سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی کسی صحابی کے قول وفعل سے۔ یہ سراسر جھوٹ وتلبیس کاری ہے۔اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول وعمل ہم اپنی کتاب تراویح سنت کے مطابق پڑھیئے اوراس کتاب میں بھی پہلے لکھ چکے ہیں۔آپ کو یاد نہ ہواور تسلیم نہ کریں تو آپ کا قصور ہے۔پھرایک بار ارشاد نبوی سن لیجئے۔ **لا تُوتِرُوا بِثَلاثٍ تَشَبَّهُوا بِصَلاةِ الْمَغْرِب، وَلٰكِن أَوْتِرُوا بِخَمْسٍ أو بِسَبْعٍ أوتِسْعٍ أو بِإحدَى عَشرَةَ رَكعَةٍ أوأكثَرَ مِن ذَلِكَ .** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وتر صرف تین رکعت کے ساتھ مت پڑھومغرب کی مشابہت کے وجہ سے لیکن پانچ ،سات،نو، گیارہ یااس سے زیادہ رکعتوں کے ساتھ پڑھا کرو۔﴿الأوسط لابن المنذر ۲۶۰۱،إسناده صحيح، آثار السنن ۲/۶﴾ اوررسول اللہ ﷺ اورصحابہ کا گیارہ (۱۱) یا تیرہ (۱۳) رکعات سے زیادہ تراویح پڑھنے کا عمل ہم لکھ چکے ہیں۔ ان میں سے بعض حدیثوں کواثری صاحب نے صحیح تسلیم کیا ہے۔ پھر اثری صاحب کا اس طرح لکھنا جھوٹ وفریب پرمبنی ہے۔حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ،حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ،حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ،حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ،حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ،حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ جوبیس(۲۰) رکعات پڑھتے تھے صحابی نہیں تھے؟ اثری صاحب کی اس عبارت سےان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحابیت کاانکار لازم آتا ہے۔

اثری صاحب ! توبہ کیجئے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیس(۲۰) رکعات کا عمل روزروشن کی طرح عیاں ہے۔ایک ہزار سال سے مسلمانوں کا عمل اس کا گواہ ہے۔آپ کے انکارکرنے سے سچ ،جھوٹ نہیں بنتا۔(اثری صاحب کے الفاظ میں)ان حقائق کا انکار کرنے والاشخص ،بے خبر،متعصب،اورکذاب ہی ہوسکتا ہے۔

۴) اثری صاحب ص ۱۰۵ پر لکھا ہے۔

﴿زیرنظر رسالہ میں بیس رکعت تراویح پر اجماع کے دعویٰ کے بطلان پر اتنی کافی دلیلیں جمع کردی گئی ہیں کہ ان کو پڑھ کر کوئی بھی انصاف پسند انسان اجماع کی تکذیب کرے گا۔اورصرف وہی اجماع کا دعوی کرے گا جس نے علماء امت پر جھوٹ بولنے اور بہتان تراشی کرنے کی ٹھان لی ہے۔آخر میں چند ایسے علماء کا تذکرہ ہے جو صحیح حدیث کے مطابق گیارہ یا تیرہ رکعت تراویح کو سنت قرار دیتے ہیں۔﴾

جائزپر جائزہ ﴿۹۹﴾

اثری صاحب نے فخریہ انداز میں لکھا ہے کہ بطلان اجماع کے متعلق کافی دلیلیں جمع کردی گئی ہیں،اثری صاحب کا کافی دلیلیں کا مطلب ہی سمجھ میں نہیں آیا۔ ہزار کے مقابلہ میں دس کا کیا اعتبار؟ سمندر کے مقابلہ میں قطرہ کا کیا اعتبار؟ جو دلیلیں بھی دی ہیں،اس کا اکثر جواب ہم دے چکے ہیں،اوراجماع کی مخالفت میں جن علماء کا حوالہ دیا ہے،اس کی حقیقت آگے معلوم ہو جائے گی۔کتنے جھوٹ وفریب سے کام لیا ہے۔شیخ ناصرالدین البانی کے علاوہ، سب بیس (۲۰) رکعات کے قائل اور عمل کرنے والے ہیں، ان علماء کی پوری عبارت نقل نہ کرکے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اسلئے کہ ان علماء کی پوری عبارت پڑھنے سے معلوم ہوتا کہ بیس رکعات تراویح ہی انکے نزدیک سنت ہے۔بیس رکعات کے قائلین کی ہمارے پاس ایک طویل فہرست ہے،جن میں سے مختصراً چند تابعین،فقہاء ومحدثین کے نام درج کئے جاتے ہیں،جو عمل رسول وعمل صحابہ کے موافق بیس (۲۰) تراویح پر اجماع کے قائل اور عمل کرنے والے ہیں۔ حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ (تابعی) ، حضرت سوید بن غفلہؒ (تابعی)، حضرت زیدبن وہبؒ (تابعی) ،حضرت شتیر بن شکلؒ (تابعی) ، حضرت ابوالعالیہؒ (تابعی)،حضرت علی بن ربیعہؒ (تابعی)،حضرت ابراہیم نخعیؒ (تابعی)،حضرت حسن بصریؒ (تابعی)،حضرت عطاء ابن ابی رباحؒ (تابعی)، حضرت عبداللہ ابن ابی ملیکہؒ

(تابعی)، حضرت محمد بن کعب قرظیؒ (تابعی)، حضرت حارث ہمدانیؒ (تابعی)، حضرت ابوبختریؒ (تابعی)، حضرت عبدالعزیز بن رفیعؒ (تابعی)، حضرت یزید بن رومانؒ (تابعی)، حضرت یزید بن خصیفہؒ (تابعی)، حضرت داود بن قیس مدنیؒ (تابعی)، حضرت سعید بن عبیدؒ (تابعی)، حضرت ابوخصیبؒ (تابعی)، حضرت یحیٰی بن سعید انصاریؒ (تابعی)، حضرت حارث بن عبدالرحمٰن ابن ابی ذبابؒ (تابعی)، امام اعمشؒ (تابعی)، امام ابوحنیفہؒ (تابعی)، امام محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی ذئبؒ (تبع تابعی)، امام محمد بن جعفر انصاریؒ (تبع تابعی)، امام سفیان ثوریؒ (تبع تابعی)، امام نافع ابن عمر مکیؒ (تبع تابعی)، امام مالکؒ (تبع تابعی)، امام عبداللہ ابن مبارکؒ (تبع تابعی)، امام شافعیؒ (تبع تابعی)، امام احمد ابن حنبلؒ، امام داود ظاہریؒ، امام ترمذیؒ، امام بیہقیؒ، علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ، امام غزالیؒ، علامہ کاسانیؒ، علامہ ابن رشد قرطبی مالکیؒ، علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ، علامہ رافعیؒ، علامہ ابواسحاق شیرازیؒ، علامہ نوویؒ، علامہ سبکیؒ، علامہ ابن تیمیہؒ، علامہ ابن الملقنؒ، علامہ زین الدین عراقیؒ، علامہ عینیؒ، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ، علامہ زکریا انصاریؒ، علامہ رملیؒ، علامہ خطیب شربینیؒ، علامہ ابن حجر ہیتمی مکیؒ وغیرھم۔

قارئین کرام خود فیصلہ کریں کہ گیارہ (۱۱) رکعات تراویح کو ماننے والے کتنے ہیں، اور بیس (۲۰) رکعات کے اجماع پر عمل کرنے والے کتنے ہیں۔

زیر نظر کتاب میں بیس (۲۰) رکعات تراویح کے اثبات اور اجماع پر اتنی کافی دلیلیں جمع کردی گئی ہیں کہ ان کو پڑھ کر کوئی بھی انصاف پسند انسان بیس (۲۰) رکعات کا انکار نہیں کرے گا۔ اور اثری صاحب کے الفاظ میں صرف وہی اجماع کا انکار کرے گا جس نے علماء امت پر جھوٹ بولنے اور بہتان تراشی کرنے کی ٹھان لی ہے۔

۵) اثری صاحب ص ۱۰۵ پر مزید لکھا ہے۔

﴿اس رسالہ کی تالیف کا مقصد تراویح کے متعلق لوگوں پر اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ تراویح وہی نماز ہے جو رمضان وغیر رمضان میں تہجد یا قیام اللیل کہی جاتی ہے اور اس کی رکعات کی تعداد گیارہ یا تیرہ ہے نہ کہ بیس، جیسا کہ قاسمی صاحب نے تلبیس وتضلیل سے کام لیکر بیس رکعات تراویح کو سنت نبویﷺ قرار دیا ہے بلکہ اس پر اجماع کا جھوٹا دعوی بھی کیا ہے۔﴾

جائز پر جائزہ ﴿۱۰۰﴾

الحمدللہ یہ کتاب بنام ''جائزہ پر جائزہ'' تکمیل کو پہنچ گئی، اس جوابی کتاب کی تالیف کا مقصد تراویح کے متعلق لوگوں پر اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ تراویح کی بیس رکعات سنت ہے، نہ کہ گیارہ ہی رکعات، جیسا کہ سلفی عالم عبدالوارث اثری صاحب نے (ان ہی کے الفاظ میں) تلبیس وتضلیل سے کام لے کر بیس رکعات تراویح کا انکار کر دیا ہے۔ اور گیارہ رکعات پر اجماع کا جھوٹا دعویٰ بھی کیا ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے یہ کتاب ایک سلفی عالم ابوصفیہ عبدالوارث اثری صاحب کی کتاب ''کیا بیس رکعات تراویح سنت ہے؟'' کے جواب میں لکھی گئی ہے، جو انہوں نے راقم کی کتاب ''تراویح سنت کے مطابق پڑھیے'' کے رد میں لکھی تھی۔ اور اس میں بیس رکعات تراویح پر جو اعتراضات اور بے بنیاد حقائق پیش کئے تھے، اس کے جوابات دلائل کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں، اور موصوف اثری صاحب کے گمراہ کن اور غلط حقائق سے عام مسلمانوں کو آگاہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اور بیس (۲۰) رکعات تراویح کو بدعت، گمراہی، خلاف سنت سمجھنے والوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمدللہ رب العالمین

مراجع ومصادر

	اسماء کتب	اسماء مؤلفین	سن وفات
۱	القرآن الکریم	کلام اللہ	لافانی
۲	موطا امام مالک	امام مالک بن انسؒ	م۱۷۹ھ
۳	الأثار	امام ابو یوسف انصاریؒ	م۱۸۲ھ
۴	موطاامام محمد	امام محمد بن حسن شیبانیؒ	م۱۸۹ھ
۵	الأُم	امام محمد بن ادریس شافعیؒ	م۲۰۴ھ
۶	مصنف عبدالرزاق	امام عبدالرزاق صنعانیؒ	م۲۱۱ھ
۷	مسند ابن الجعد	امام علی بن جعدؒ	م۲۳۰ھ
۸	الطبقات الکبری	امام محمد ابن سعد بصریؒ	م۲۳۰ھ
۹	مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابوبکر ابن ابی شیبہ کوفیؒ	م۲۳۵ھ
۱۰	مسند احمد	امام احمد بن حنبل شیبانیؒ	م۲۴۱ھ
۱۱	الجامع الصحیح	امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ	م۲۵۶ھ
۱۲	الأدب المفرد	امام محمد بن اسماعیل بخاری	م۲۵۶ھ
۱۳	التاریخ الکبیر	امام محمد بن اسماعیل بخاری	م۲۵۶ھ
۱۴	الصحیح لمسلم	امام مسلم بن حجاج نیشاپوریؒ	م۲۶۱ھ
۱۵	سنن ابی داود	امام ابوداود سلیمان بن اشعثؒ	م۲۷۵ھ
۱۶	سنن ترمذی	امام محمد بن عیسی ترمذیؒ	م۲۷۹ھ
۱۷	فضائل رمضان	امام ابوبکر ابن ابی الدنیاؒ	م۲۸۱ھ

۱۸	قیام رمضان	امام محمد بن نصر مروزیؒ	م ۲۹۴ھ
۱۹	الصیام	امام ابوبکر جعفر فریابیؒ	م ۳۰۱ھ
۲۰	سنن نسائی	امام احمد بن شعیب نسائیؒ	م ۳۰۳ھ
۲۱	مسند أبی یعلی	امام ابویعلی احمد بن علی تمیمیؒ	م ۳۰۷ھ
۲۲	صحیح ابن خزیمہ	امام محمد بن اسحاق ابن خزیمہؒ	م ۳۱۱ھ
۲۳	مسند أبی عوانہ	امام ابوعوانہ یعقوب اسفرائینیؒ	م ۳۱۶ھ
۲۴	الأوسط لابن المنذر	امام محمد بن ابراہیم ابن المنذرؒ	م ۳۱۹ھ
۲۵	الثقات لابن حبان	امام ابوحاتم محمد بن حبانؒ	م ۳۵۴ھ
۲۶	مستدرک حاکم	امام محمد بن عبداللہ حاکمؒ	م ۴۰۵ھ
۲۷	المحلی	امام ابومحمد علی ابن حزم ظاہریؒ	م ۴۵۶ھ
۲۸	سنن بیھقی	امام احمد بن حسین ابوبکر بیہقیؒ	م ۴۵۸ھ
۲۹	معرفة السنن	امام احمد بن حسین ابوبکر بیہقیؒ	م ۴۵۸ھ
۳۰	الإستذكار	امام یوسف ابن عبدالبر قرطبیؒ	م ۴۶۳ھ
۳۱	تاريخ دمشق	شیخ علی بن حسن ابن عساکرؒ	م ۵۷۱ھ
۳۲	بدائع الصنائع	علامہ علاء الدین کاسانیؒ	۵۸۷ھ
۳۳	المغنى	علامہ موفق الدین ابن قدامہؒ	م ۶۲۰ھ
۳۴	فتح العزيز	علامہ ابوالقاسم عبدالکریم رافعیؒ	م ۶۲۳ھ
۳۵	الأحاديث المختاره	علامہ ضیاء الدین مقدسیؒ	م ۶۴۳ھ
۳۶	شرح مسلم للنووی	علامہ یحیٰ بن شرف نوویؒ	م ۶۷۶ھ

۳۷	المجموع	علامہ یحیٰی بن شرف نووی	م ۶۷۶ھ
۳۸	مجموع فتاوی	علامہ تقی الدین ابن تیمیہ	م ۷۲۸ھ
۳۹	مشکوٰۃ المصابیح	شیخ محمد بن عبداللہ خطیب	م ۷۴۱ھ
۴۰	تهذيب الكمال	علامہ یوسف بن زکی مزی	م ۷۴۲ھ
۴۱	ميزان الأعتدال	علامہ شمس الدین ذہبی	م ۷۴۸ھ
۴۲	سير أعلام النبلاء	علامہ شمس الدین ذہبی	م ۷۴۸ھ
۴۳	المغنى فى الضعفاء	علامہ شمس الدین ذہبی	م ۷۴۸ھ
۴۴	نصب الراية	علامہ جمال الدین زیلعی	م ۷۶۲ھ
۴۵	تخریج أحادیث الکشاف	علامہ جمال الدین زیلعی	م ۷۶۲ھ
۴۶	شرح البخاری للکرمانی	علامہ شمس الدین کرمانی	م ۷۸۶ھ
۴۷	العنایہ شرح الہدایہ	علامہ محمد بن محمد برباتی	م ۷۸۶ھ
۴۸	البدر المنير	علامہ سراج الدین ابن الملقن	م ۸۰۴ھ
۴۹	خلاصة البدر المنير	علامہ سراج الدین ابن الملقن	م ۸۰۴ھ
۵۰	طرح التثريب	علامہ زین الدین عراقی	م ۸۰۶ھ
۵۱	تخریج أحادیث الإحیاء	علامہ زین الدین عراقی	م ۸۰۶ھ
۵۲	مجمع الزوائد	علامہ نور الدین ہیثمی	م ۸۰۷ھ
۵۳	إتحاف الخیرۃ المہرۃ	علامہ شہاب الدین بوصیری	م ۸۴۰ھ
۵۴	عمدة القاری	علامہ بدالدین عینی	م ۸۵۵ھ
۵۵	هدى الساری	علامہ احمد ابن حجر عسقلانی	م ۸۵۲ھ
۵۶	فتح الباری	علامہ احمد ابن حجر عسقلانی	م ۸۵۲ھ

۵۷	تلخيص الحبير	علامہ احمد ابن حجر عسقلانیؒ	م ۸۵۲ھ
۵۸	بلوغ المرام	علامہ احمد ابن حجر عسقلانیؒ	م ۸۵۲ھ
۵۹	المطالب العالية	علامہ احمد ابن حجر عسقلانیؒ	م ۸۵۲ھ
۶۰	تهذيب التهذيب	علامہ احمد ابن حجر عسقلانیؒ	م ۸۵۲ھ
۶۱	لسان الميزان	علامہ احمد ابن حجر عسقلانیؒ	م ۸۵۲ھ
۶۲	تقريب التهذيب	علامہ احمد ابن حجر عسقلانیؒ	م ۸۵۲ھ
۶۳	الإصابة	علامہ احمد ابن حجر عسقلانیؒ	م ۸۵۲ھ
۶۴	الدراية	علامہ احمد ابن حجر عسقلانیؒ	م ۸۵۲ھ
۶۵	النکت علی کتاب ابن الصلاح	علامہ احمد ابن حجر عسقلانیؒ	م ۸۵۲ھ
۶۶	فتح القدير	علامہ کمال الدین ابن ہمامؒ	م ۸۶۱ھ
۶۷	فض الوعاء	علامہ جلال الدین سیوطیؒ	م ۹۱۱ھ
۶۸	المصابيح	علامہ جلال الدین سیوطیؒ	م ۹۱۱ھ
۶۹	المنهاج القويم	علامہ احمد ابن حجر ہیتمیؒ	م ۹۷۴ھ
۷۰	فيض القدير	علامہ عبدالروف مناویؒ	م ۱۰۳۱ھ
۷۱	شرح الموطا	علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانیؒ	م ۱۱۲۲ھ
۷۲	حجة الله بالغة	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	م ۱۱۷۶ھ
۷۳	نيل الأوطار	علامہ شوکانی یمنیؒ	م ۱۲۵۰ھ
۷۴	فتاوی رشیدیہ	مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	م ۱۳۲۳ھ
۷۵	آثار السنن	علامہ ظہیر حسن نیمویؒ	م ۱۳۲۲ھ
۷۶	بذل المجهور	مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ	م ۱۳۴۶ھ

۷۷	فیض الباری	علامہ انور شاہ کشمیری قاسمیؒ	م ۱۳۵۲ھ
۷۸	العَرفَ الشذی	علامہ انور شاہ کشمیری قاسمیؒ	م ۱۳۵۲ھ
۷۹	تحفة الأحوذی	شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ	م ۱۳۵۳ھ
۸۰	فتح الملھم	علامہ شبیر احمد عثمانی قاسمیؒ	م ۱۳۶۹ھ
۸۱	الفتح الربانی	شیخ احمد عبدالرحمٰن البناؒ	م ۱۳۷۸ھ
۸۲	إعلاالسنن	علامہ ظفر احمد تھانویؒ	م ۱۳۹۴ھ
۸۳	أوجز المسالک	مولانا زکریا کاندھلویؒ	م ۱۴۰۲ھ
۸۴	تنبیه القاری	شیخ عبداللہ بن محمد بن دویشؒ	م ۱۴۰۹ھ
۸۵	مرعاة المفاتیح	شیخ عبیداللہ مبارکپوریؒ	م ۱۴۱۴ھ
۸۶	صحیح ابن ماجہ للألبانی	شیخ ناصرالدین البانیؒ	م ۱۴۲۰ھ
۸۷	صحیح ترمذی للألبانی	شیخ ناصرالدین البانیؒ	م ۱۴۲۰ھ
۸۸	صحیح أبي داود للألبانی	شیخ ناصرالدین البانیؒ	م ۱۴۲۰ھ
۸۹	صحیح الادب المفرد للألبانی	شیخ ناصرالدین البانیؒ	م ۱۴۲۰ھ
۹۰	سلسلة الأحادیث الضعیفة	شیخ ناصرالدین البانیؒ	م ۱۴۲۰ھ
۹۱	صلاة التراویح	شیخ ناصرالدین البانیؒ	م ۱۴۲۰ھ
۹۲	السلسلة الصحیحہ	شیخ ناصرالدین البانیؒ	م ۱۴۲۰ھ
۹۳	قیام رمضان	شیخ ناصرالدین البانیؒ	م ۱۴۲۰ھ
۹۴	تصحیح حدیث صلاة التراویح	شیخ اسماعیل بن محمد انصاریؒ	۱۴۱۷ھ
۹۵	الصیام	شیخ محمد بن صالح عثیمینؒ	م ۱۴۲۱ھ
۹۶	المنة الکبری	ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمی	

۹۷	أشرف الهدایہ	مولانا جمیل احمد سکروڈھوی	
۹۸	أرشیف المجلس العلمی		
۹۹	أرشیف ملتقی أهل الحدیث		
۱۰۰	تراویح سنت کے مطابق پڑھیے	مولانا محمد شفیع قاسمی بھٹکلی	اطال اللہ عمرہ